لو كان بعدي نبي لكان عمر بن الخطاب (الحديث)
مَعَالِمُ الرِّيَادَةِ فِي مَآلِمِ الرَّمَادَةِ
یعنی
حضرت عمرؓ کا قائدانہ کردار
تالیف
قاری روح اللہ مدنی
خطیب اعلیٰ صوبہ سرحد
دار القرآن الکریم، شارع خیبر، پشاور چھاؤنی
دار القرآن الکریم، بی ۳ ۔ فیز ۵، حیات آباد
صوبہ سرحد ۔ پاکستان

لَوْ کَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَکَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ (الحدیث)

مَعَالِمُ الرِّیَادَةِ فِیْ مَآلِمِ الرَّمَادَةِ

یعنی

حضرت عمرؓ کا قائدانہ کردار

تالیف

قاری روح اللہ مدنی

خطیب اعلیٰ صوبہ سرحد

دار القرآن الکریم، شارع خیبر، پشاور چھاؤنی

دار القرآن الکریم، بی ۳۔ فیز ۵، حیات آباد

صوبہ سرحد۔ پاکستان

پیش لفظ

یہ رسالہ اختصار اور جامعیت کی ایک اچھی مثال ہے۔رسالہ نویسی دینی ادب میں ایک روشن روایت رہی ہے۔صاحبان علم وفضل نے بے شمار رسائل لکھے ہیں جن میں عصری مباحث پر تحقیق کی گئی ہے اور اختلافی مسائل کو سلجھایا گیا ہے۔قاری صاحب نے جس شخصیت کو منتخب کیا ہے وہ ہمیشہ امت مسلمہ کے لئے رشد وہدایت کا ایک لافانی منبع رہی ہے۔اور ہمیشہ انسانیت کو مقناطیس کی طرح اپنی طرف کھینچتی رہی ہے۔جہاں کہیں بھی موثر عدل وانصاف کی بات ہوگی۔جناب عمر کا ذکر ہوگا۔جہاں بھی ریاست اور شہری کے تعلق کو قائم کرنے کی کوشش کی جائے گی جناب عمر کی شان فاروقی سامنے آئے گی عوام دوستی کا ذکر ہوگا۔تو جناب عمر کی یادیں لوٹ آئیں گی۔مساوات کی بحث چھڑے گی تو فاروق معیار ناگزیر ہو جائیں گے۔قاری صاحب نے جس موضوع کو منتخب کیا ہے۔وہ آج کی انتظامیہ کے لئے ایک اہم موضوع ہے۔crisis Management کی اس سے بہتر مثال زمانہ خلافت میں نہیں ملے گی۔

دنیا میں کتنے ہی انقلابات آئے اور آتے رہیں گے۔کتنے ہی تجربے ہوئے نعرے لگائے گئے فلسفے سامنے آئے لیکن بنیادی مسئلہ کہ ریاست اور شہری کے تعلق کو کیسے استوار کیا جائے اب بھی تشریح طلب ہے۔اس تعلق کو استوار کرنے کے لئے جس معیار عمل کی ضرورت ہے۔اس کی مثال صرف اسلام میں ملتی ہے۔اور پھر دور فاروقی میں صرف قواعد ضوابط اور systems کی تنفیذ سے مسائل حل نہیں ہو سکتے جب تک نظام کے پیچھے یا اس کے سامنے انسانی عمل کا کوئی معیار موجود نہ ہو۔یہ معیار عام حالات میں اتنی اہمیت نہیں رکھتا۔لوگ اگر پرامن ہیں۔بنیادی ضروریات پوری ہو رہی ہیں کسی اندرونی یا بیرونی خدشے کا امکان نہیں تو ایسے حالات میں کسی مثالی کردار کے بغیر بھی کام

چلتا رہتا ہے۔نظام کی آزمائش اس وقت ہوتی ہے جب ایک ہنگامی صورت سامنے آئے، حالات بگڑ جائیں معاشی ضرورتیں نہ پوری ہوسکیں اور معاشرے میں ایک اضطرار کی کیفیت ہو۔زمانہ خلافت میں یہ صورتحال عام الرّمادۃ یعنی قحط کے سال میں پیدا ہوئی اور جناب عمر نے انتظام وانصرام کی وہ مثالیں قائم کیں جن کی نظیر دنیا کے کسی انتظامی ادب میں نہیں ملتی۔قحط کے موضوع کو منتخب کرتے ہوئے قاری صاحب نے ایک ایسا محور مہیا کردیا ہے جس کے اردگرد ایک پورا نظام تعمیر کیا جاسکتا ہے۔Management کے اس ماڈل کو مختلف طریقوں سے دیکھا جاسکتا ہے۔نظریاتی معیار پر، اخلاقی سطح پر اور خالص انتظامی تناظر میں، فاضل مصنف نے ان تمام سطحوں کو زیر نظر رکھا ہے۔عقیدہ انسان کو ایک تحرک بخشتا ہے۔بے تحرک انتظامیہ یکسانیت کا شکار ہو جاتی ہے۔اس میں وہ قوت نمو باقی نہیں رہتی جو بدلتے ہوئے حالات کا مقابلہ کرسکے۔اخلاق یعنی خوب وزشت کا ادراک اس تحرک کو ایک سمت بخشتا ہے۔اگر سمت کا صحیح تعین ہو جائے۔تو انتظامی امور چلانے میں آسانی ہوتی ہے۔اندرونی کشمکش بھی ختم ہوجاتی ہے اور فیصلے ضروریات سے ہم آہنگ ہوجاتے ہیں قاری روح اللہ صاحب نے کوئی بات بلاتحقیق نہیں لکھی۔جن مصارد سے استفادہ کیا ہے وہ بلاشبہ معتبر ہیں اور اہل علم ہمیشہ ان مصادر کے محتاج رہے ہیں۔اس تحقیقی مقالے کو پڑھتے ہوئے یہ احساس شدت سے ابھرتا ہے کہ اسے مزید پھیلایا جائے اور آج کے مباحث سے منسلک کیا جائے۔اگر ناقدانہ انداز سے دیکھا جائے تو رمادۃ کے پس منظر میں بہت سارے سوالا اٹھتے ہیں۔اور ان کے جوابات ملتے ہیں۔ناقدین اسلام یہ اعتراض کرتے رہے ہیں کہ اسلامی فتوحات کے پھیلاؤ کے ساتھ مفتوحہ علاقوں کی دولت مدینہ منورہ منتقل ہوتی رہی اور اسے وہ ایک استعماری استحصال سمجھتے ہیں۔چونکہ مغرب کی استعماری قوتیں خود یہ لوٹ مار کرتی رہی ہیں اور کررہی ہیں۔اس لئے اسلامی ریاست

کے پھیلاؤ کو بھی وہ اسی استعماری انداز میں دیکھتی ہیں۔حقیقت یہ ہے کہ رمادۃ کے زمانے میں اسلامی سلطنت 22لاکھ مربع میل پر مشتمل تھی۔دریائے نیل سے لے کر دریائے آموتک۔اگر باہر کی دولت جمع ہوتی تو وہ صحرائی آبادی کے لئے سالوں تک کافی تھی۔واقع یہ ہے کہ قحط کا مقابلہ مقامی ذرائع سے کیا گیا جب وہ وسائل ختم ہوئے تو پھر صوبوں کو امداد کے لئے کہا گیا۔ایسا نہیں ہوا کہ تمام ذرائع اور وسائل مرکز کے زیر تصرف ہوں۔اور صوبوں کو مرکز کا دست نگر بنا دیا جائے۔خود اختیاری کا یہ اصول اسلامی سلطنت کا بنیادی اصول تھا۔قانون کی یگانگت کی وجہ سے استعمار یا نوآبادیاتی نظام کی نفسیات ختم ہو جاتی ہیں۔استعماری نظام میں فاتح اور مفتوح کے لئے ایک قانون نہیں ہوتا لیکن اسلامی سلطنت میں جو قانون (شریعت) مدینہ منورہ میں نافذ تھا وہی قانون اسلامی ریاست کے تمام صوبوں میں نافذ تھا۔سیاہ' سفید' عرب وعجم' امیر وغریب کے امتیازات نہ تھے۔فاضل محقق نے شام فلسطین عراق اور دوسرے صوبوں سے مرکز کے تعلق کو ثقہ روایات کی روشنی میں نمایاں کیا ہے۔اس موضوع کو مزید پھیلایا جا سکتا ہے اور یہ اہل علم کا کام ہے۔جناب عمر صوبوں سے امداد مانگتے ہیں اور ''یامدد'' ''یامدد'' کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ہمارے ہاں معاملہ الٹا ہے جس کی وجہ سے مقامی وسائل کے استعمال کے اوپر ہمیشہ الجھاؤ رہتا ہے۔اور بحثیں ختم نہیں ہو پاتیں۔

اک دوسری چیز جو اک حساس قاری کے ذہن میں ابھرتی ہے وہ اختیارات کی تقسیم ہے۔رمادۃ میں انتظامیہ کی جو تربیت ہوئی وہ ہمیشہ کے لئے islamic administration کا سرمایہ بنی۔دیانت دار لوگوں کو ذمہ داری سونپی گئی اور انہیں بھرپور اختیارات دیئے گئے۔ہمارے ہاں جو صورت حال ہے۔اس میں اختیارات کی تقسیم اور جال کار کی سخت ضرورت ہے۔غربت کا خاتمہ ہو یا جرائم کی بیخ کنی یہ دونوں اصول ناگزیر ہیں۔

کتاب کا نام:۔..................قائدانہ کردار

مصنف:۔..................قاری روح اللہ مدنی

صفحات:۔.................. 133

قیمت:۔..................

ایڈیشن:۔..................اول

تعداد:۔.................. 500

مطبع:۔..................بشیر احمد مشین مین

ناشر

دار القرآن الکریم شارع خیبر۔ پشاور چھاؤنی

دار القرآن الکریم، بی-3، فیز-5 حیات آباد پشاور

فون: 0092-91-5273364

0092-91-5273365

0092-91-5270604

0092-91-5829599

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
1	تقدیم وتبریک بقلم شیخ الشیوخ حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ مدنی حفظہ اللہ	
2	پیش لفظ جناب عبداللہ صاحب چیئرمین پبلک سروس کمیشن وسابق چیف سیکرٹری صوبہ سرحد	1
	حضرت عمر رضی اللہ عنہ احادیث کے آئینے میں	
3	مرادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم	6
4	قبولیت اسلام	7
5	الفاروق	8
6	قبول اسلام کے بعد	9
7	علمیت	10
8	لسانِ حق	11
9	عمر رضی اللہ عنہ اور شیطان	12
10	عمر المُلْهَم رضی اللہ عنہ	13
11	اخوت	14
12	عمر فی الجنۃ	15
13	عمر اور ختم نبوت	18
14	بحیثیتِ امیر المؤمنین	19
15	سرکاری دورہ کے اخراجات	20
16	سرکاری دورہ کے انتظامات	20
17	سرکاری علاج	21
18	عوامی حقوق اور ریاستی پالیسی	22
19	دعاءِ شہادت	24
20	آخری تمنا	25
21	امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی رائے	26

22	تمہید	28
23	الرمادۃ اوراس کامفہوم	33
24	عام الرمادہ کاتعین	34
25	تجزیہ	37
26	عام الرمادہ سے پہلے عمومی صورتحال	40
27	الرمادۃ کی تفصیلات	41
28	انتظامات اور فاروقی کردار	43
29	بیت المال سے امداد	44
30	خوداحتسابی	45
31	توجہ الی اللہ	46
32	شبینہ گشت	49
33	امدادی اپیل	50
34	امدادی سامان کی تقسیم کے لئے منتظمین کاتقرر	58
35	مدینہ منورہ میں تقسیم	58
36	مدنی ریاستی دسترخوان	60
37	حجاز میں غذائی سامان کی تقسیم	62
38	مصیبت زدوں کویادرکھنا	67
39	مریضوں کی عیادت اوراموات کی تدفین	68
40	راشن بندی	69
41	دفاعی صورتحال	71
42	سنتِ فاروقی	72
43	گھی سے پرہیز	72
44	گوشت سے پرہیز	74
45	دوسالن ایک ساتھ دسترخوان پرنہیں کھائے	74
46	چھناہواآٹانہیں کھایا	75
47	شہدکاشربت	75

48	ردی کھجوریں	75
49	ٹڈی کی خواہش	75
50	قصرِ خلافت کا دستر خوان	76
51	عوام کے ساتھ بیٹھ کر کھانا	77
52	پیٹ گڑگڑانا	78
53	رنگ بدل گیا	79
54	زندگی خطرے میں پڑ گئی	80
55	سواری چھوڑ دی	80
56	خلیفہ وقت کا لباس	81
57	صاحبزادگاں	81
58	بیویوں سے کنارہ کشی	82
59	خود سامان اُٹھانا اور کھانا پکانا	83
60	پکانے کی تربیت دینا	84
61	نمازِ استسقاء اور بارانِ رحمت کا نزول	84
62	پہلا خواب	87
63	دوسرا خواب	89
64	صلاۃِ استسقاء	93
65	بارانِ رحمت کا نزول	104
66	مہاجرین کی واپسی	107
67	زکاۃ کی وصولی میں تاخیر	109
68	زکاۃ کی وصولی مؤخر کرنے کے فوائد	110
69	بارانِ رحمت کے نزول کے بعد بھی عزیمت	111
70	تعطیل حدِ سرقہ	112
71	مأخذ ومراجع	119

بسم اللہ الرحمان الرحیم

الحمد اللہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی' اما بعد' محترم ومکرم برادرم حضرت مولانا قاری روح اللہ صاحب مدنی مدظلۂ کی گرانقدر' زرین' مایہ ناز تالیف ''قائدانہ کردار'' کے ایمان افروز موضوع' دلکش اسلوب بیان نے مجھ کو اپنی مقناطیسی جذب وکشش سے عمیق مطالعہ کی طرف کھینچ لیا۔ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی سیرت معطرہ کے رنگ برنگ پاکیزہ مناقب' روح پرور رعایا پروری کے واقعات سے دل ودماغ میں عجیب وجد وکیف کا تلاطم' رگوں میں ایمانی حرارت' آنکھوں میں ٹھنڈک اور طراوت محسوس کرتا رہا۔

جُهدُ المُتَيَّمِ أَشْرَاقٌ فَيُظهِرُها   دَمْعٌ عَلیٰ صَفْحاتِ الخَدِّيَنْحَدِرُ

اول سے آخر تک تمام کتاب کو ایک ہی نشست میں ختم کیا۔

ماشاء اللہ۔ محترم قاری صاحب نے اس اہم موضوع کی تحقیق وتجسس میں متعدد معتمد مراجع ومصادر کی ورق گردانی فرمائی ہے۔ اور پورے نظم وضبط شستہ' شگفتہ سلیس اردو زبان میں فرزندانِ اسلام کو ایک بیش بہا علمی تحفہ سے نوازا ہے۔

محترم ومکرم جناب عبداللہ صاحب چیئرمین پبلک سروس کمیشن وسابق چیف سیکرٹری صوبہ سرحد نے اپنے جوھری مقدمہ میں کتاب کی معنویت اور افادیت پر سیر حاصل تبصرہ فرمایا ہے۔ اسلامی ممالک کے حکام وامراء کے لئے بالخصوص اور عامۃ المسلمین کے لئے بالعموم یہ کتاب مشعل راہ ہے۔

رب العالمین جل جلالہ اس عظیم عمل کو شرف پذیرائی عطا فرمائے۔ و نفع به العباد والبلاد و بارک فی علوم المؤلف الوقور وأعماله ووفقه لأكثر

من ذالک فی میادین التصنیف و التدریس والدعوة إلى الله تعالیٰ و ما ذلک علی الله بعزیز إنه تعالیٰ سمیع قریب مجیب ، وصلی الله تعالیٰ علی أشرف رسله وخاتم أنبیائه وعلی آله وأصحابه اجمعین .

شیر علی شاه المدنی

خادم الطلباء بجامعة دار العلوم حقانیه اکوڑه خٹک

٢٠/١/١٤٢٦ھ

مطابق 2مارچ 2005م

دارالقرآن الکریم حیات آباد (زیر تعمیر)

دنیا کے سارے نظام بظاہر یہ کوشش کرتے ہیں۔کہ حکومت کو عوام کے قریب لایا جائے۔اور حاکم و محکوم کی تمیزیں ختم کی جائیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ جمہوری نظام ہو یا غیر جمہوری یہ تمیزیں آج تک نہیں ختم ہوسکیں۔انسانی تاریخ میں صرف خلافت کا زمانہ ہے۔جس میں یہ تمیزیں ختم کردی گئی تھیں۔اور خلیفہ ہر اعتبار سے عوام کا نمائندہ تھا۔اس تحقیقی مقالہ میں اس پہلو کو بھی بھرپور طریقے سے نمایاں کیا گیا ہے۔ذرا سوچیے کہ اتنی بڑی سلطنت کا حکمران ہر سطح پر عوام کے ساتھ ہے۔نہ کسی protocol کا خیال ہے۔اور نہ security کا 'خدشات وخطرات اس زمانے میں بھی تھے لیکن جناب عمر نے اپنے اور عوام کے درمیان کسی چیز کو حائل نہ ہونے دیا۔عوامیت کا یہ تاثر آج بھی پیدا کیا جاتا ہے۔لیکن وہ چند تصویروں اور Media کے کمالات تک محدود ہوتا ہے۔یہ Media کے وہ ہتھیار ہیں جو حکمرانوں کی ذاتی زندگی سے توجہ ہٹانے کے لئے عوام دوستی کی تصویروں کا سہارا مہیا کرتے ہیں۔تاکہ لوگوں میں حکومت کے لئے اپنائیت کا احساس پیدا کیا جائے۔Media کے ان کمالات کو اگر weapons of mass distruction کہا جائے تو درست ہوگا۔سب سے اہم بات جو اس مقالے سے نمایاں ہوتی ہے۔وہ ریاست اور شہری کا باہمی تعلق ہے۔ریاست کا کام شہریوں کو تحفظ دینا ہے۔اور ان کی ضروریات پورا کرنا ہے۔جہاں تک تحفظ کا تعلق ہے رمادۃ کے زمانے میں کسی کو یہ جرات نہ ہوسکی کہ وہ اسلامی ریاست کو کسی آزمائش میں ڈالے۔سرحدوں کا تحفظ کیا گیا اور کسی قحط زدہ علاقے میں کوئی شورش نہیں اٹھی۔لیکن اس سے بھی زیادہ اہم بات یہ ہے کہ ریاست نے ہنگامی حالت (Emergency) کا سہارا لیتے ہوئے شہریوں کے حقوق پہ کوئی زد نہیں لگائی۔اکثر یہ ہوتا ہے کہ ہنگامی صورتحال میں شہری حقوق معطل کئے جاتے ہیں اور پھر حکمران جس طرح چاہیں ان ہنگامی اختیارات کو استعمال کرتے ہیں۔اکثر وبیشتر یہ اختیارات مخالفین کے خلاف

استعمال کیئے جاتے ہیں۔اور نام Emergency کا ہوتا ہے۔شان فاروقی یہ ہے کہ جناب عمر نے ہنگامی صورت حال سے نمٹنے کے لئے شہری حقوق معطل نہیں کیئے۔بلکہ ریاستی سزاؤں کو معطل کیا۔حکمرانی (Governance) کی ایسی مثال دنیا میں نہیں ملتی اصل بات یہ ہے۔کہ بنیادی انسانی حقوق کا تحفظ اور بنیادی ضروریات کی فراہمی اسلامی ریاست کا فریضہ ہے۔اگر ریاست شہریوں کو بنیادی ضروریات فراہم نہیں کرسکتی تو اسے شہریوں کو اضطراری حالت میں قانون شکنی پر سزا دینے کا حق نہیں پہنچتا۔آج کل بڑی بڑی جمہورتیں Emergency کی آڑ میں بنیادی انسانی حقوق کو پامال کررہی ہیں۔جناب عمر کی crisis Management وہ روشن اور معجزانہ مثال ہے۔جس کی دنیا کو ضرورت ہے لیکن یہ ماڈل کردار مانگتے ہیں۔اور ہم بے کردار نظاموں کو چلانے پر مصر ہیں۔قاری صاحب کی کوشش ایک مستحسن آغاز ہے۔دعا ہے کہ اللہ اس کوشش کو قبولیت بخشے۔امید ہے۔کہ اہل علم اس کوشش میں پر مغز اضافے کرتے رہیں گے۔

عبداللہ 10 مارچ 2004م

۱۸ محرم الحرام ۱۴۲۵ھ پشاور

مراد رسول صلی اللہ علیہ وسلم

نبی کریم ﷺ نے فرمایا

اللّٰھُمَّ أعِزَّ الدِّینَ بِعُمر بنِ الخطَّابِ ○ ☆۱

اے اللہ عمر بن الخطاب ؓ کے ذریعے دین اسلام کو غلبہ عطا فرما۔

☆۱ طبقات ابن سعد ج ۳ص 267'269

اسد الغابة ج4ص152عیون الاثر ج1صفحه 151

صحیح ابن حبان ج 15صفحه 306 حدیث نمبر 6882

کتاب فضائل الصحابة ص 262حدیث نمبر 338

قبولیت اسلام!

لا اله الا الله محمد رسول الله

عن عمر رضی الله عنه قال :

كُنتُ مِن اَشَدِّ النَّاسِ علىٰ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ قَالَ: فَاَتيتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ فِی دَارٍ عِندَ الصَّفَا 'فَجَلَستُ بَينَ يَدَيهِ فَاَخَذَ بِمَجمَعِ قَمِيصِی 'ثُمَّ قَالَ : (أسلِم يَا بنَ الخطَّابِ اَللّٰهُمَّ اهدِهِ) قَالَ : فَقُلتُ : "اَشهَدُ اَن لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاَنَّکَ رَسُولُ اللهِ' قَالَ: فَكَبَّرَ المُسلِمُونَ تَكبِيرَةً سُمِعَت مِن طَرَفِ مَكَّةَ" ☆

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں رسول اللہ ﷺ کے شدید ترین مخالفین میں سے تھا پھر میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں صفا کے مقام پر ایک گھر میں حاضر ہو کر ان کے سامنے بیٹھ گیا۔انہوں نے میرا گریبان پکڑ کر فرمایا۔خطاب کے بیٹے !اسلام قبول کرلو۔الٰہی اسے ہدایت فرما میں نے فوراً کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں۔اور آپ اللہ کے رسول ہیں یہ سنکر مسلمانوں نے نعرۂ تکبیر بلند کیا جو مکہ مکرمہ کے اطراف تک میں سنا گیا۔

☆ اسد الغابہ ج 4ص148

مناقب عمر ص13

المواهب اللدنيه ج1صفحه 243

عيون الأثر ج 1 ' ص 154. 155

الــفاروق

عَن عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ قَالَ:

.... فَقُلتُ یَا رَسُولَ اللہِ :اَلَسنَا عَلَی الحَقِّ اِن مِتنَا وَاِن حَیِینَا؟ قَالَ بَلٰی. وَالَّذِی نَفسِی بِیَدِہٖ اِنَّکُم عَلَی الحَقِّ اِن مِتُّم وَاِن حَیِیتُم قَالَ :فَقُلتُ: فَفِیمَ الاِختِفَاءُ.؟ وَالَّذِی بَعَثَکَ بِالحَقِّ لَتَخرُجُنَّ . فَاَخرَجنَاہُ فِی صَفَّینِ' حَمزَۃُ فِی اَحَدِھِمَا وَاَنَا فِی الآخَرِ ' لَہٗ کَدِید کَکَدِید الطَّحِینِ حَتّٰی دَخَلنَا المَسجِدَ قَالَ فَنَظَرت اِلَیَّ قُرَیشٌ وَاِلٰی حَمزَۃَ فَاَصَابَتْھُم کَآبَۃٌ لَم یُصِبھُم مِثلُھَا فَسَمَّانِی رَسُولُ اللہِ صَلّٰی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ " الفَارُوق"☆

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (قبول اسلام کے بعد) میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ کیا ہم حق پر نہیں خواہ جئیں یا مریں؟ آپ نے فرمایا! قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔تم حق پر ہو خواہ مرو یا جیو۔تب میں نے عرض کیا کہ پھر چھپنا کیسا؟ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے آپ ضرور باہر نکلیئے چنانچہ ہم ان کو لے کر دو قطاروں میں باہر نکلے حمزہ رضی اللہ عنہ ایک قطار اور میں دوسری میں تھا۔ اور یوں گرد اڑاتے ہوئے ہم مسجد میں داخل ہوئے قریش نے میری طرف اور حمزہ کی طرف دیکھا۔ان کو ایسا دھچکا لگا کہ ایسا پہلے کبھی نہ لگا تھا۔اس پر رسول اللہ ﷺ نے مجھے فاروق کا لقب دیا۔

☆:ا: حلیۃ الاولیاء ج ا ص40 (۲)مناقب عمر ص ۱۳ (3)جولہ تاریخیۃ ص77
(4)دلائل النبوۃ لابی نعیم ص195 (5)السیرۃ النبویۃ ' للذھبی ص108

قبول اسلام کے بعد

قَالَ عَبدُاللهِ بنُ مَسعُودٍ رضی الله عنه :

كَانَ اِسلَامُ عُمَرَ فَتحاً ' وَكَانَت هِجرَتُهُ نَصراً وَكَانَت اِمَامَتُهُ رَحمَةً' لَقَد رَايتُنَا وَمَا نَستَطِيعُ اَن نُصَلِّيَ بِالبيتِ حَتّٰى اَسلَمَ عُمَرُ ' فَلَمَّا اَسلَمَ عُمَرُ قَاتَلَهُم حَتّٰى تَرَكُونَا فَصَلَّينَا ○ ☆

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام درحقیقت ایک بڑی فتح تھی ۔ان کی ہجرت نصرت تھی اور ان کی امامت رحمت تھی ہم نے دیکھا کہ ان کے قبول اسلام سے قبل ہم بیت اللہ میں نماز ادا نہیں کر سکتے تھے ۔ پھر جب عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرلیا۔تو وہ ان مشرکین سے لڑے تب جا کر انہوں نے ہمیں نماز پڑھنے دی۔

☆ طبقات ابن سعد ج3ص270

اسد الغابة ج4ص152

سيرة ابن هشام ج اص294

سيرت ابن اسحاق ص185

علمیت

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ

بَینَـا اَنَـا نَائِمٌ إِذ رَایتُ قَدَحاً اُتِیتُ بِهٖ ' فِیهِ لَبَنٌ ' فَشَرِبتُ مِنهُ حَتّٰی اِنِّی لَـأَرَی الرِّیَّ یَجرِی فِی اَظفَارِی ' ثُمَّ اَعطَیتُ فَضلِی عُمَرَ بنَ الخَطَّابِ .قَالُوا فَمَا اَوَّلتَ ذٰلِکَ؟ یَا رَسُولَ اللهِ! قَالَ " العِلمَ" ☆

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

میں سو رہا تھا کہ خواب میں ایک برتن (پیالہ) دیکھا۔ جو میرے پاس لایا گیا۔ اسمیں دودھ تھا۔ میں نے اس سے دودھ پیا۔ یہاں تک کہ میں نے سیرابی کے آثار اپنے ناخنوں میں دیکھ لیئے۔ پھر باقی بچ جانیوالا دودھ میں نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا۔ یارسول اللہ آپ نے اس کی کیا تعبیر فرمائی ہے؟ آپ نے فرمایا: **(علم)**

☆: یہ الفاظ صحیح مسلم کے ہیں کتاب فضائل الصحابة باب من فضائل عمر رضی اللہ عنہ حدیث نمبر239

صحیح بخاری کتاب اصحاب النبی باب مناقب عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب

ترمذی کتاب المناقب (50) باب 18 مناقب عمر رضی اللہ عنہ

مسند احمد بن حنبل ج2 صفحات 83'108'130'147'154

اسد الغابہ ج4 ص154

سنن الدارمی کتاب الرؤیا باب فی القمص والبیر واللبن...الخ

صحیح ابن حبان ج اص301 حدیث 20772

فضائل الصحابة ج اص 271 وفی آخرہ الدین بدلاً من العلم

السنن الکبری ج 7 ص78 حدیث 13324

کتاب السنة لابی عاصم ج 2 ص568 حدیث 1256

شرح السنہ ج 14 ص 88 حدیث 3880

تحفہ الا شراف ج5 ص338 حدیث 6700

نهاية الأرب فی فنون الادب ج19 ص148

لســــان حق

قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ

اِنَّ اللّٰہَ جَعَلَ الحَقَّ عَلٰی لِسَانِ عُمَرَ وَقَلبِہٖ ☆

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

بے شک اللہ تعالیٰ نے عمر کی زبان اوران کے دل پر حق جاری کر دیا ہے۔

☆:سنن ترمذی کتاب المناقب50باب18في مناقب عمر بن الخطاب حديث نمبر3682

سنن ابی داؤد کتاب الخراج والامارة والفيئ باب في تدوين العطاء حديث2962

مسند احمد ج 2ص 53+401ج 5ص145'165'177

طبقات ابن سعد ج 3ص270

اسد الغابة: ج4ص151

فضائل الصحابه ج1ص250'251حديث313'315

المعجم الأوسط ج1ص202حديث291

مجمع الزوائد ج9ص66

علل الحديث ج 2ص 381حديث2654

کشف الخفا ومزيل الإلباس ج1ص223حديث681

الجوهر الثمين في سير الملوک والسلاطين ص41

نهاية الأرب في فنون الأدب ج19ص148

عمر رضی اللہ عنہ اور شیطان

قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ

اِنَّ الشَّیطَانَ لَیَخَافُ مِنکَ یَا عُمَرُ☆ ١

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! بے شک شیطان تم سے ڈرتا ہے۔

قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ

وَالَّذِی نَفسِی بِیَدِہٖ مَالَقِیکَ الشَّیطَانُ قَطُّ سَالِکاً فَجاًاِلَّا سَلَکَ فَجاً غَیرَ فَجِّکَ○☆

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے) فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ راہ چلتے ہوئے شیطان جب بھی تمہارے سامنے آیا تو اُس نے تمہارا راستہ چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کرلیا۔

☆ ا : سنن الترمذی کتاب (50) المناقب باب (18) فی مناقب عمر رضی اللہ عنہ حدیث 3690.

سنن البیهقی ج 10 ص 77

☆ ٢ :صحیح بخاری کتاب59بدء الخلق باب11صفة ابلیس و جنوده حدیث3294

صحیح بخاری کتاب 62اصحاب النبی باب مناقب عمر بن الخطاب حدیث6085

صحیح بخاری کتاب 78الادب باب67التبسم و الضحک .

صحیح مسلم کتاب44فضائل الصحابہ باب 2من فضائل عمر حدیث2396

مسند احمد ج 1ص 171'182'187

عمل الیوم و اللیلة للنسائی ص 232

شرح السنه ج14ص84حدیث3874

عُمَرُ المُلهَم رضی اللہ عنہ

عَن اَبِی هُرَیرَةَ رضی الله عنه عَنِ النَّبی ﷺ قَالَ

اِنَّه قَد كَانَ فِیمَا مَضیٰ قَبلَكُم مِّنَ الاُمَمِ مُحدَّثُونَ وَاِنَّه اِن كَانَ فِی اُمَّتِی هٰذِهٖ مِنْهُم فَاِنَّه عُمَرُ بنُ الخَطَّابِ ☆

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

بیشک تم سے پہلے جو اُمتیں گزر چکی ہیں ان میں کچھ مُلھَم ہوا کرتے تھے۔ اگر میری اس امت میں بھی ان میں سے کوئی ہے تو بیشک وہ عمر بن الخطاب ہے۔

☆: صحیح البخاری کتاب 60احادیث الانبیاء باب54حدیث3469
کتاب 62 فضائل اصحاب النبی باب6مناقب عمر بن الخطاب 3689
مسلم کتاب 44فضائل الصحابة باب2من فضائل عمر رضی الله عنه ح 2398
ترمذی کتاب50المناقب باب18فی مناقب عمر بن الخطاب ح 3693
مسند احمد بن حنبل ج 2 ص339' ج6ص55
صحیح ابن حبان ج15ص317حدیث6894
المستدرک للحاکم ج3ص86
مسند الحمیدی ج 1ص123حدیث253
کتاب معرفة علوم الحدیث ص220
شرح السنة ج 14ص82حدیث3873
الجوهر الثمین ص42

اخــوت

عَن عَبدِ اللّٰہِ بنِ عُمَر رضی اللّٰہ عَنہُمَا

اَنَّ عُـمَـرَ اِستَاذَنَ النَّبِیَّ ﷺ فِی العُمرَۃِ فَاَذِنَ لَہ فَقَالَ یَا اَخِی اَشرِکنَا فِـی صَالِحِ دُعَائِکَ وَلَا تَنسَنَا قَالَ عَبدُ الرَّزَّاقِ فِی حَدِیثِہ :فَقَالَ عُمَرُ مَا اُحِبُّ اَنَّ لِی بِھَا مَا طَلَعَت عَلَیہِ الشَّمسُ. ☆

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے عمرہ کے لئے نبی کریم ﷺ سے اجازت مانگی۔ آپ ﷺ نے اجازت دی اور فرمایا۔ میرے بھائی! اپنی نیک دعاؤں میں ہمیں بھی شریک رکھنا اور ہمیں نہیں بھولنا عبد الرزاق نے اپنی روایت میں اضافہ کیا کہ عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ نبی کریم ﷺ کے ان کلمات کے بدلے میں مجھے دنیا و مافیہا بھی قبول نہیں۔

☆: مسند احمد بن حنبل ج1ص29، ج2ص59
طبقات ابن سعد ج3ص273

عمر فی الجنة

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلیَ ا للهُ عَلیهِ وَسَلم.

یَطلُع عَلَیکُم رَجُلٌ مِّن اَهلِ الجَنَّةِ فَاطَّلَعَ اَبُوبَکرٍ ثُم قَالَ یُطلعُ عَلَیکُم رَجُلٌ مِّن اَهلِ الجَنَّةِ فَاطَّلَعَ عُمَرُ☆

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

ابھی تمہارے سامنے اہل جنت میں سے ایک شخص آئے گا۔ چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے۔ پھر فرمایا۔ ابھی تمہارے پاس اہل جنت میں سے ایک شخص آئے گا۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ وارد ہوئے۔

☆: مسند احمد ج3 ص331

منحةُ المعبود بترتیب مسند ابی داؤد الطیالسی ج2ص136 حدیث2514باب ماجاء فی مناقب الخلفاء الاربعة

ترمذی کتاب 50المناقب باب 18فی مناقب عمر بن الخطاب رضی الله عنه حدیث 3694

قَالَ سَعِيدُ بنُ زَيدِ بنِ عَمرو بن نُفَيلٍ رضى الله عنه

كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ عَاشِرَ عَشَرَةٍ فَقَالَ: اَبُوبَكرٍ فِى الجَنَّةِ 'وَعُمَرُ فِى الجَنَّةِ وَعُثمَانُ فِى الجَنَّةِ وَعَلِىٌّ فِى الجَنَّةِ وَطَلحَةُ فِى الجَنَّةِ وَالزُّبَيرُ فِى الجَنَّةِ وَسَعدٌ فِى الجَنَّةِ وَعَبدُ الرَّحمٰنِ فِى الجَنَّةِ فَقِيلُ لَهُ مَنِ التَّاسِعُ؟ قَالَ انَاo☆

حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول ﷺ دس حضرات میں سے دسویں تھے۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابوبکر جنت میں ہے' عمر جنت میں ہے' عثمان جنت میں ہے' علی جنت میں ہے' طلحہ جنت میں ہے' سعد جنت میں ہے' زبیر جنت میں ہے اور عبدالرحمٰن جنت میں ہے۔

ان سے پوچھا گیا کہ نواں شخص کون ہے؟ فرمایا: میں خود۔

☆: مسند احمد ج 1 ص 187' ج2ص 165

مِنحَةُ المعبود بترتيب مسند ابى داؤد الطيالسى ج 2 ص 140 حديث نمبر 2521 باب مناقب جماعة من الصحابة والعشرة المبشرين بالجنة رضى الله عنهم

سنن ابن ماجه مقدمه باب 11 فى فضائل اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم حديث 133

قَالَ اَبُو مُوسٰی الاشَعَرِیُّ رضیَ اللہُ عَنہُ

.... فَاِذَا اِنسَانُ یُحَرِّکُ البَاب فَقُلتُ مَن ھٰذَا؟ فَقَالَ عُمَرُ بن الخَطَّابِ فَقُلتُ عَلیٰ رِسلِکَ ثُمَّ جِئتُ اِلٰی رَسُولِ اللہِ صَلّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ ، فَسَلَّمتُ عَلَیہِ وَقُلتُ ھَذَا عُمَرُ یَستَاذِنُ فَقَالَ ائذَن لَہٗ وَبَشِّرہُ بِالجَنَّۃِ فَجِئتُ عُمَرَ فَقُلتُ اَ ذِنَ وَیُبَشِّرُکَ رَسُولُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ بِالجَنَّۃِ فَدَخَلَ فَجَلَسَ مَعَ رَسُولِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ فِی القُفِّ عَن یَّسَارِہٖ وَدَلّیٰ رِجلَیہِ فِی البِئرِ o........الخ ☆

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

...... پھر میں نے دیکھا کہ کوئی دروازہ ہلا رہا ہے۔ میں نے پوچھا کون؟ اس نے کہا: عمر بن الخطاب۔ میں نے کہا ذرا ٹھہرو۔ پھر میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انکو سلام کیا اور عرض کیا۔ عمر اجازت کا طلب گار ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اسے اجازت دو اور جنت کی بشارت بھی۔ میں عمر کے پاس آیا اور کہا کہ: رسول اللہ ﷺ نے آپ کو اندر آنے کی جازت دی اور وہ آپ کو جنت کی بشارت بھی دے رہے ہیں۔ چنانچہ وہ داخل ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بائیں جانب بیٹھ کر انہوں نے بھی دونوں پاؤں کنوئیں میں لٹکا دیئے۔

☆: صحیح مسلم کتاب 44 فضائل الصحابة باب 3 من فضائل عثمان رضی اللہ عنه حدیث 2432

منحة المعبود ج 2 ص 139 حدیث 2515 باب ماجاء فی مناقب الخلفاء الاربعة

عمر اور ختم نبوت

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَى اللهُ عَلِيهِ وَسَلَمّ

لَو كَانَ بَعدِی نَبِیٌّ لَكَانَ عُمَرُ بنُ الخَطَّابِ☆

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن الخطاب ہوتا۔

☆: ترمذی کتاب 150 لمناقب باب 18 فی مناقب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ حدیث 3686

مسند احمد ج4 ص154

نهاية الارب فی فنون الادب ج 19 ص148

بحیثیت امیر المؤمنین

(1) جامع بن شداد اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ:
امیر المؤمنین بننے کے بعد جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر جلوہ افروز ہوئے تو ان کی پہلی بات یہ دعا تھی کہ۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّی شَدِیْدٌ فَلَیِّنِّیْ وَاِنِّی ضَعِیفٌ فَقَوِّنِی وَاِنِّی بَخِیلٌ فَسَخِّنِی ☆۱
الٰہی میں سخت ہوں مجھے نرم دل بنادے، میں ضعیف ہوں مجھے تقویت عطا فرما اور میں بخیل ہوں مجھے سخی بنا۔

(2) ایک اور موقع پر فرمایا
میں تمہیں بتا دینا چاہتا کہ بیت المال سے کونسی چیز میرے لیے حلال ہے گرمی اور سردی کے لئے دو چادریں اور حج وعمرہ کے لئے سواری۔ میرا اور میرے اہل وعیال کا خرچہ قریش کے کسی ایسے فرد کے برابر ہے جو نہ تو ان میں سے زیادہ غنی اور نہ ہی زیادہ فقیر ہو پھر میں بھی عام مسلمانوں کی طرح ہوں جو انہیں ملے گا مجھے بھی ملے گا ☆۲
مزید فرمایا۔
بیت المال کے ساتھ میرا معاملہ یتیم کے مال جیسا ہے۔ اگر ضرورت نہ ہو تو میں اس سے بچتا ہوں اور اگر ضرورت ہو تو معروف مقدار کو حلال سمجھتا ہوں۔ ☆۳

☆۱: طبقات ابن سعد ج3ص274

☆۲: طبقات ابن سعد ج 3، ص 275

☆۳: عیون الاخبار ص 255

سرکاری دورہ کے اخراجات

یَسَارُبنُ نُمَیرِ روایت کرتے ہیں کہ:

سَاَلَنِی : عُمَرُ کَم اَنفَقنَا فِی حَجَّتِنَا ھٰذِہٖ ؟

قُلتُ : خَمسَۃَ عَشَرَ دِینَاراً ☆ ۱

یعنی مجھ سے عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ اپنے سفرِ حج کے دوران ہم نے کتنی رقم خرچ کی؟ میں نے عرض کیا! پندرہ دینار

سرکاری دورہ کے انتظامات

عبداللہ بن عامر بن ربیعہ کا کہنا ہے کہ:

صَحِبتُ عُمَرَ بنَ الخَطَّابِ مِنَ المَدِینَۃِ اِلٰی مَکَّۃَ فِی الحَجِّ ثُمَّ رَجَعنَا فَمَا ضَرَبَ فِسطَاطاً وَلاَ کَانَ لَہٗ بِنَاءٌ یَستَظِلُّ بِہٖ ' اِنَّمَا کَانَ یُلقِی نِطعًا اَو کِسَاءً علیٰ شَجَرَۃٍ فَیَستَظِلُّ تَحتَہٗ ☆ ۲

میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ سے مکہ تک حج کے سلسلے میں سفر کیا اور واپسی کا سفر بھی۔ لیکن دوران سفر نہ تو ان کے لئے کوئی خصوصی خیمہ لگایا گیا نہ کسی عمارت کا سایہ لیا۔ بس کسی درخت پر کوئی کپڑا یا چادر ڈال کر اس کے سایہ میں آرام فرماتے۔

☆۱: طبقات ابن سعد ج3ص279

☆۲: طبقات ابن سعد ج3ص279

سرکاری علاج

حضرت براء بن معرور رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

”اَنَّ عُمَرَ خَرَجَ یَومًا حَتّٰی اَتَی المِنبَرَ' وَقَد کَانَ اشتَکیٰ شَکویٰ لَہٗ فَنُعِتَ لَہُ العَسَلُ وَفِی بَیتِ المَالِ عُکَّۃٌ .
فَقَالَ : اِن اَذِنتُم لِی فِیھَا اَخَذتُھَا وَاِلَّا فَاِنَّھَا عَلَیَّ حَرَامٌ فَاَذِنُوا لَہٗ فِیھَا☆

ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھر سے نکلے اور آ کر ممبر پر تشریف فرما ہوئے۔ان دنوں انہیں کوئی تکلیف تھی جس کے لیے شہد تجویز ہوا جبکہ بیت المال میں شہد کا کنستر موجود تھا۔
آپ نے فرمایا! اگر آپ لوگ اجازت دیں تو میں لے لوں گا ورنہ یہ میرے اوپر حرام ہے۔ چنانچہ لوگوں نے اجازت دیدی۔

☆: طبقات ابن سعد ج 3ص277

عوامی حقوق اور ریاستی پالیسی:

ربیع بن زیاد الحارثی ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ملنے آئے لیکن ان کی حالت دیکھ کر متعجب ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میری یہ حالت سخت غذا کھانے کی وجہ سے ہے۔ ربیع نے کہا۔ اے امیر المؤمنین! نرم غذا' نرم سواری اور نرم لباس کا آپ کو دوسروں سے زیادہ حق پہنچتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک ٹہنی تھی اٹھا کر ان کے سر پر ماردی اور فرمایا۔ اللہ کی قسم میں نہیں سمجھتا کہ اس مشورے سے تمہارا مقصد اللہ کی خوشنودی حاصل کرنا ہے بلکہ اس طرح تم میری قربت حاصل کرنا چاہتے ہو۔ افسوس میں تو تمہارے متعلق اچھی رائے رکھتا تھا۔

کیا تم جانتے ہو کہ میری اور ان عوام کی مثال کیا ہے؟ اس نے پوچھا تو آپکی اور ان کی مثال کیا ہے؟

آپ نے فرمایا: مثال ان لوگوں کی سی ہے۔ جنہوں نے سفر کا ارادہ کیا تو اپنا خرچہ جمع کر کے ایک شخص کے حوالے کر دیا اور کہا کہ تم ہی ہمارے اوپر خرچ کیا کرو۔ تو کیا اس شخص کے لئے جائز ہے کہ انہیں چھوڑ کر اپنی ذات کو کسی چیز میں ترجیح دے۔ ربیع نے کہا نہیں اے امیر المؤمنین۔ آپ نے فرمایا یہی میری اور ان کی مثال ہے۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:۔

اِنِّیْ لَم اَستَعمِل عَلَیکُم عُمَّالاً لِیَضرِبُوا ابشَارَکُم وَلِیَشتُمُوا اَعرَاضَکُم ، وَیَأخُذُوا اَموَالَکُم وَلٰکِنِّی اِستَعمَلتُهُم لِیُعَلِّمُوکُم کِتَابَ رَبِّکُم وَسُنَّةَ نَبِیِّکُم فَمَن ظَلَمَهٗ عَامِلُهٗ بِمَظلَمَةٍ فَلَا اِذنَ لَهٗ عَلَیَّ لِیَرفَعَهَا اِلَیَّ حَتّٰی اُقِصَّهٗ مِنهُ ٥

میں نے اپنے حکام کو تمہارے اوپر اس لئے مقرر نہیں کیا کہ وہ تمہیں چہروں پر

ماریں تمہیں گالی دیکر بے عزتی کریں اور تمہارے اموال پر قبضہ کریں۔ میں نے تو صرف اس مقصد کے لئے انہیں حاکم بنایا ہے کہ وہ تمہیں تمہارے رب کی کتاب اور نبی کی سنت سکھائیں۔ اگر کسی شخص پر اس کا حاکم زیادتی کرے تو اپنی شکایت مجھ تک پہنچانے کے لئے اسے کسی سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں یہاں تک کہ میں اس کو بدلہ دلا دوں۔

یہ سن کر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ امیر المؤمنین اگر کوئی امیر اپنی رعایا میں سے کسی کو تادیباً سزا دیدے تو پھر بھی آپ اس امیر سے بدلہ لیں گے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

وَمَالِيَ لاَ أُقِصُّهُ مِنه وَقَد رَأيتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ يَقِصُّ مِن نَّفسِهِ؟

میں کیوں نہ اس سے بدلہ دلا دوں حالانکہ میں نے خود دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ ایک شخص کو اپنی ذات سے بدلہ دلوا رہے ہیں۔

پھر فوجوں کے امراء کو لکھا کہ!

مسلمانوں کو مار کر انہیں ذلیل نہ کرو۔ انہیں محروم رکھ کر انہیں ناشکری پر مجبور نہ کرو اور کسی کو ناجائز یا بلاضرورت کسی مشکل کام کے لئے جمع ہونے کا حکم دیکر انہیں آزمائش میں مت ڈالو اور انہیں پانی کی قلت والے یا دلدلی علاقوں میں نہ اتارو ورنہ انہیں ضائع و برباد کر دو گے۔ ☆

☆: طبقات ابن سعد ج3ص280'281

دعاءِ شہادت

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو سفید کپڑے پہنے دیکھا تو فرمایا: **اَجَدِیدٌ قَمِیصُکَ اَم غَسِیلٌ؟**

تمہاری قمیص نئی ہے یا دُھلی ہوئی؟

انہوں نے عرض کیا بلکہ نئی ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

البَس جَدِیدًا وَعِش حَمِیدًا وَمُت شهیداً ☆

اللہ کرے تم جدید لباس پہنتے رہو اچھی زندگی بسر کرو اور شہید کی موت مرو۔

☆: مسند آحمد ج2ص88'89

المعجم الكبير للطبراني ج12ص284

كنز العمال ج15ص300حديث41103

ابن ماجه كتاب اللباس باب مايقول الرجل اذا لبس ثوباً جديداً(حديث3558)

مصنف عبد الرزاق ج11ص223حديث20382

التاريخ الكبير(للبخارى) ج3ص356

عمل اليوم والليله (للنسائى)حديث311

موارد الظمآن إلى زوائد ابن حِبان ج2ص972حديث2183

صحيح ابن حبان ج15ص 320حديث6897

عمل اليوم الليله (ابوبكر بن السنى)حديث268ص85

كتاب الدعاء (للطبرانى) (باب مايقول من راى على اخيه المسلم ثوباً جديداً)حديث نمبر399ص143

الكنى والاسماء ج1ص212حديث733

آخری تمنا

حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب منیٰ سے واپس ہوئے تو مقام "ابطح" میں اترے پھر مٹی کا ایک ڈھیر بنایا۔ اس پر اپنی چادر ڈال دی اور لیٹ گئے۔ اس کے بعد دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر فرمایا۔

الٰہی میری عمر زیادہ ہو چکی۔ قوت کمزور ہو چکی او یت پھیل چکی ہے۔ مجھے اپنی طرف بلا لیجئے کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی کا حق ضائع ہو جائے یا زیادتی ہو جائے۔ پھر فرمایا۔

اَللّٰھُمَ ارزُقنِی شَھَادَۃً فِی سَبِیلِکَ وَاجعَل مَوتِیَ فِی بَلَدِ رَسُولِکَ ☆

الٰہی مجھے اپنے راستے میں شہادت سے سرفراز فرما اور یہ کہ میری موت تیرے رسول کے شہر میں واقع ہو۔ ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا۔ یہ کیسے ہوگا؟ (کہ مدینہ میں شہادت ملے) آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ جہاں چاہیں اپنا حکم بھیج سکتے ہیں۔

☆: اخبار عمر ص402
مناقب امیر المؤمنین عمر بن الخطاب ص212
طبقات ابن سعد ج3 ص331
کتاب الرقۃ ص88

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب شہید ہوئے اور تجہیز وتکفین ہوئی تو لوگ چارپائی کے اردگرد جمع ہوگئے۔ کسی نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ میں نے مڑکر دیکھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے آپ نے فرمایا۔

مَا خَلَّفتَ اَحَدًا اَحَبَّ اِلَیَّ اَن القَی اللہَ بِمثلِ عَمَلِہٖ مِنک وَاَیمُ اللہِ اِن کُنتُ لَاظُنُّ اَن یَجعَلَکَ اللہُ مَعَ صَاحِبَیک ☆ ا

آپ نے اپنے بعد کوئی انسان ایسا نہیں چھوڑا کہ اس جیسے عمل کے ساتھ اپنے اللہ سے ملاقات کرنا مجھے زیادہ محبوب ہو سوائے آپ کے۔ اللہ کی قسم مجھے یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے دونوں ساتھیوں کے ساتھ رکھیں گے۔

لِلّٰہِ بلاءُ فُلانٍ فَقَدْ قوّمَ الْاَوَدَ وداوَی الْعَمَدَ خَلفَ الْفِتْنَةَ وَاقامَ السُّنَّةَ ذَهبَ نَقِیَّ الثَّوبِ ' قَلِیلَ العَیْبِ . اَصابَ خیرَها وَسَبَقَ شَرَّها . اَدَّی اِلَی اللہِ طاعَتَهُ واتَّقاهُ بِحَقِّهِ . رَحَلَ وَتَرَکَهُمْ فی طُرُقٍ مُتَشَعِّبَةٍ لا یَهْتَدِی فیها الضَّالُّ ولا یَسْتَیْقِنُ الْمُهْتَدِی (نهج البلاغة جزء 2ص 222

اللہ تعالیٰ عمر پر رحم فرمائے۔ انہوں نے معاشرے کے ٹیڑھے پن کو سیدھا کیا۔ بیماری کا

☆: ا: صحیح البخاری: کتاب 62اصحاب النبی باب6مناقب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

صحیح مسلم کتاب 44فضائل الصحابة باب 2من فضائل عمر رضی اللہ عنہ حدیث2389

مسنداحمد ج ا ص109'112

علاج کیا۔ فتنے کو پیچھے چھوڑا۔ سنت کو قائم کیا۔ اور بے داغ زندگی گزار کر چل بسے۔ آپ کی کمزوریاں بہت کم تھیں دنیا میں بھلائی حاصل کی۔ اور برائی کو پیچھے چھوڑ کر آگے نکل گئے۔ اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت کی اور اس سے ڈرنے کا حق ادا کیا۔ خود چل بسے اور لوگوں کو حیران و پریشان چھوڑ دیا۔ اب حالت یہ ہے کہ بھٹکے ہوئے لوگوں کو سیدھی راہ سجھائی نہیں دی۔ اور ہدایت یافتہ لوگ یقین سے محروم ہیں۔

لِلّٰہِ أنتَ وَمَا أوْتِيتَ يَا عُمَر ۔۔۔ أنتَ الَّذِي بِکَ دِيْنُ اللهِ مُنْتَصَر

أنتَ الَّذِي ظَهَرَا لِفَتْحُ الْمُبِيْنُ بِهِ ۔۔۔ وَالاَّ روع النَّدْبُ والصَّمْصَامَةُ الذِّكر

بِاللهِ مُعْتَضِد بِاللهِ مُنْتَصِرَ ۔۔۔ بِاللهِ مُعْتَصِمَ بِاللهِ مُقْتَدِرْ

حَدِّثْ عَنِ الْبَحْرِ لَالَوْمَ وَلَاحَرَج ۔۔۔ فَفِي فَضَائِلِهِ قَدْحَارَتِ الْفِكَرُ ☆۲

ترجمہ:۔ اے عمر۔ اللہ آپ پر رحم فرمائے اور آپ کی کامیابیوں کو قبول فرمائے۔ آپ ہی ہیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے دین کو فتح ونصرت ملی۔ آپ ہی کی بدولت فتح مبین کا ظہور ہوا۔ آپ بہادر لیکن سادہ اور نجیب شخصیت کے مالک اور تیز دھاروالی تلوار تھے۔ اللہ کی مدد کی وجہ سے آپ مضبوط تھے اور اللہ کی وجہ سے منتصر تھے اللہ تعالیٰ کی مدد کی وجہ سے آپ محفوظ اور انہی کی مدد کی وجہ سے مقتدر تھے۔ سمندر کے اوصاف کے بارے میں جتنا بھی آپ بیان کریں اس میں کوئی ملامت یا حرج نہیں ہیں۔ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شخصیت بھی سمندر کی طرح وسیع اور عمیق ہے) ان کے مناقب وفضائل کے بیان میں لوگوں کی عقلیں دنگ رہ جاتی ہیں۔

☆: ۲: الجوهر الثمين ص 51

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم : آما بعد

چند ماہ قبل کی بات ہے کہ محترم ومکرم عبد اللہ صاحب (چیئرمین پبلک سروس کمیشن وسابق چیف سیکرٹری صوبہ سرحد) نے خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں قحط سالی کے دوران حدِ سرقہ معطل کئے جانے کے بارے میں استفسار فرمایا میں نے تحقیق حال کے لئے مطالعہ شروع کیا۔ چونکہ تعطیل مذکور کا تعلق عام الـرّمـادَہ سے جوڑا جاتا ہے۔ اس لئے عام الرمادہ کی تفاصیل پڑھنے کا موقع ملا۔ ان تفاصیل میں استغراق کا نتیجہ یہ نکلا کہ اصل مقصد ثانوی حیثیت اختیار کر گیا۔

اب اسے حسن اتفاق کہیئے یا سوء اتفاق کہ تھوڑا عرصہ پہلے وطن عزیز کا ایک بہت بڑا حصہ بھی خشک سالی کی لپیٹ میں آیا تھا۔ پھلدار درخت سوکھ گئے ۔کھیت اجڑ گئے ۔مویشی مرنے لگے اور انسان ہجرت کرنے لگے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی مدد نہ آتی اور بارشوں کا سلسلہ شروع نہ ہوتا تو سندھ اور بلوچستان میں قحط کی صورت حال پیدا ہو جاتی۔

میں اس زمانے میں صوبائی حکومت کا حصہ تھا۔ اس لئے حکومتی اقدامات کے بارے میں بہت کچھ سننے اور دیکھنے کو ملا۔ اگر چہ دونوں بحرانوں اور ان کے دوران قوم کے کردار کا ایک دوسرے کے ساتھ موازنہ ممکن نہیں۔ تاہم میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ اس موضوع پر ایک مختصر مضمون تحریر کیا جائے۔ جس کی مدد سے ہم اپنے اسلاف کی مشکلات کا اندازہ کر سکیں اور اگر خدانخواستہ مستقبل میں کسی مشکل صورت حال سے واسطہ پڑے تو اس کا سامنا کرنے اور قیادت کے کردار کے خدوخال متعین کرنے میں سہولت رہے۔

میرا مقصد ہرگز کسی پر تنقید کرنا نہیں بلکہ تاریخ سے آگاہی کے ذریعے عبرت حاصل کرنا اصل مقصد ہے۔

سنہ 18 ہجری اسلامی تاریخ میں "عَـــامُ الـــرمـــادَۃِ کے نام سے مشہور ہے۔ جب کہ قوم کی قیادت وسیادت کے لئے عربی میں دوسرے الفاظ کے علاوہ "رِیَادَۃ" کا لفظ بھی مستعمل ہے۔ اس لئے میں نے اس مضمون کا نام تجویز کیا ہے۔

" مَعَالِمُ الرِّیَادَۃِ فی مَآلِم الرَّمَا دَۃ "

یہ مضمون اگرچہ ابتدائی توقعات سے زیادہ طوالت اختیار کر گیا ہے لیکن موضوع اتنا جاذب ہے کہ مجھے لکھتے وقت طوالت کا احساس نہیں رہا اور انشاء اللہ قارئین بھی مطالعہ کرتے وقت طوالت کا احساس نہیں فرمائیں گے۔

میری یہ کوشش رہی ہے کہ تمام دستیاب مآخذ ومراجع سے استفادہ کیا جائے تا کہ کوئی پہلو تشنہ نہ رہے۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ نے رمادۃ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کی تفاصیل ہم نے "سیرت عمر" میں نقل کردی ہیں۔ لیکن افسوس کہ مذکورہ کتاب مجھے مل نہیں سکی۔ اسی طرح البدایہ والنہایۃ میں بھی کسی اور مقام پر یہ تفصیلات نظر سے نہیں گزریں۔

رمادۃ کی جزئیات ذکر کرتے ہوئے حوالہ جات مکرر نظر آتے ہیں۔ اس کے پیچھے جو مقصد کارفرما ہے وہ یہ ہے کہ قارئین اگر چاہیں تو اصل مراجع میں بسہولت انہیں تلاش کرسکیں۔ میری کوشش یہ بھی رہی ہے کہ پورے واقعے کو مختلف عنوانات کے تحت تقسیم کردیا جائے۔ تا کہ دورانِ مطالعہ قارئین کی دلچسپی برقرار رہے۔

ادب کے بے شمار شعبے اور کئی اقسام ہیں۔ جن میں سے ایک قسم "انتظامی ادب (Administrative Literature) ہے۔ انتظامی ادب پر اردو میں بہت کم لکھا گیا ہے اس لئے بہت کچھ لکھنے کی گنجائش اور ضرورت موجود ہے۔

جہاں انتظامی ادب کی بات آتی ہے تو بہترین منتظمین کا ذکر بھی کیا جاتا ہے۔

اگر آپ صرف اسلامی تاریخ لیں تو عبدالملک بن مروان، حجاج بن یوسف الثقفی، اور ہارون الرشید وغیرھم کو بہترین منتظمین شمار کیا جاتا ہے۔ عموماً ایسی ہستیوں کی زندگی کا صرف روشن پہلو سامنے لایا جاتا ہے اور تاریک پہلوؤں کو نظر انداز کیا جاتا ہے مثلاً یہ کہ ان حضرات نے اقتدار کیسے حاصل کیا۔ اپنے اقتدار کو استحکام بخشنے کے لئے انہوں نے کیا کچھ کیا۔ اپنے دشمنوں بلکہ بھائیوں اور عزیزوں تک سے کیا سلوک کیا۔ ان کا اخلاقی اور علمی معیار کیا تھا اور للّٰہیت کس درجے کی تھی۔

اگر سیرتِ فاروقیہ کو معیار تسلیم کیا جائے تو یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ دنیا کے بیشتر مشہور و معروف منتظمین بونے اور اتنے پست قد نظر آتے ہیں کہ معیار کا پانی ان کے قد سے کئی گنا اونچا چلا جاتا ہے۔ جبکہ یہی پانی جناب عمر رضی اللہ عنہ کے ٹخنوں تک پہنچ پاتا ہے اور یہ تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں رہتا کہ جناب عمر رضی اللہ عنہ صرف جسمانی طور پر ہی دراز قد نہیں تھے بلکہ اپنی انتظامی صلاحیتوں کے لحاظ سے بھی انتہائی بلند و بالا شخصیت کے مالک تھے۔

ان کا حسب نسب دنیا کو معلوم ہے۔ خاندانی شرافت اور سفارت کا اعتراف سب عرب کیا کرتے تھے۔ جرات، شجاعت اور بے باکی بے مثال تھی۔ علمیت اس درجے کی تھی کہ تائید میں بار بار وحی اتری۔ خلفائے راشدین میں سب سے زیادہ فتوحات اور سب سے زیادہ اصلاحات انہی کے حصے میں آئیں۔ اقتدار نے ان کی قدم بوسی کی۔ اپنے اقتدار کے استحکام کے لئے کبھی تگ و دو میں ملوث نہیں ہوئے۔

بائیس لاکھ مربع میل ریاست کے بلاشرکت غیرے حکمران تھے لیکن غرور و تکبر کا نام و نشان نہ تھا۔ سر کے نیچے پتھر رکھ زمین پر سونا شاید ان کے بعد کسی حکمران کو نصیب نہیں ہو سکا۔ غلام کی موجودگی میں بوریاں اپنی پیٹھ پر لادنا انہی کا حصہ ہے۔ فاتح کی حیثیت سے بیت المقدس میں داخل ہوئے تو خود پیدل اور غلام اونٹ پر سوار۔ یہ منظر شاید دنیا پھر

نہ دیکھ سکے۔

عدل وانصاف اتنالاجواب کہ نہ اپنے بیٹے کو معاف کیا نہ گورنر و فاتح مصر کے بیٹے کو۔ احتساب کا یہ عالم کہ برسرِ منبر عام لوگ احتساب کر سکتے ہیں۔ تواضع کا یہ عالم کہ راہ چلتے ہوئے ایک بوڑھی خاتون نے روکا تو گھنٹوں کھڑے رہے۔ ایک خاتون نے دلیل کی قوت سے بات کی تو ریاست کی قوت بے بس ہو گئی۔ ان کی اصلاحات اور اوّلیات پر کوئی لکھنے بیٹھے تو مواد کی کمی نہیں۔ دنیا کو انتظام وانصرام کے معانی ومعارف سے عملاً روشناس کرانے کے لئے پوری انسانیت ان کے احسان کی مرہون رہے گی۔

جب تک یہ دھرتی آباد رہے گی تو انسان اپنے اعمال کے ذریعے اس میں بھلائی اور برائی کے بیج بوتے رہیں گے' حکومتیں بنتی اور ٹوٹتی رہیں گی' بحران اور قدرتی آفات آتے رہیں گے۔ لیکن دنیا کسی اور ''عمر'' کی مثال پیش نہیں کر سکے گی۔

امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی قانون دانی اس حد تک مسلم تھی کہ ضرب المثل بن گئی '' **قَضِيَّةٌ وَلاَ اَبَا حَسَنٍ لَهَا** ''

آپ مجھے یقیناً حق بجانب تصور کریں گے اگر میں یہ کہوں کہ '' **رَمَادَةٌ وَلاَ اَبَا حَفصٍ لَهَا** '' خشک سالی تو ہے لیکن کوئی ابوحفص (عمر فاروق رضی اللہ عنہ) نہیں ہے۔ کہنے والے نے بالکل سچ کہا ہے کہ

'' **النِسآءُ عَجزنَ اَن يَّلِدنَ اَمثَالَ عمر** ''

عورتیں عمر (رضی اللہ عنہ) کی مثال پیدا کرنے سے عاجز ہیں۔

آئندہ صفحات میں آپ جو کچھ ملاحظہ فرمائیں گے وہ درحقیقت ہمارے اسلاف مؤرخین کی کاوشوں اور محنتوں کا نتیجہ ہے جسے موجودہ صورت میں پیش کرنے کی توفیق اللہ تعالیٰ نے اپنے اس عاجز بندے کو عطا فرمائی ہے۔

اس میں جو کچھ حق کے موافق ہے وہ اللہ تعالیٰ کی مدد اور توفیق سے ہے اور جو کچھ

حق کے خلاف ہے اس کی ذمہ داری مجھ ناچیز پر ہے۔ میں اہلِ علم حضرات سے ملتمس ہوں۔ کہ ایسی غلطیوں اور خامیوں سے مجھے مطلع کریں۔ تا کہ ان کی اصلاح کی جائے۔ جناب عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کرتے تھے۔

رَحِمَ اللّٰہُ امرءً ا اَھدٰی اِلَیَّ عُیُوبِی "

یعنی اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو مجھے میرے عیوب بتادے میں بھی تعمیری و اصلاحی تنقید کرنے والوں کے لئے انشاء اللہ دعا گو رہوں گا۔ اس موقع پر میں ان تمام دوستوں اور بہی خواہوں کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں جنہوں نے میرے ساتھ تعاون کیا۔ خصوصاً اپنی اھلیہ اور بچوں کا کہ جن کے لئے مختص وقت اس تالیف میں صرف ہوا۔ اور میں ان کی طرف کماحقہٗ توجہ نہیں دے سکا۔

میں بارگاہ الٰہی میں دست بدعا ہوں کہ اللہ تعالیٰ امتِ مسلمہ کو مصائب و آلام سے محفوظ رکھے۔ اور امت کی مشکلات رفع کرنے میں ہماری قوم اور قیادت کو حکمت عطا کرے۔ (آمین)

روح اللہ محمد عمر المدنی پشاور

۱۴۲۴/۱۲/۱۵ھ

عَـامُ الرَّمَادَة کے متعلق کچھ لکھنے سے قبل بہتر ہوگا کہ چند عنوانات متعین کر دیے جائیں تاکہ بحث محدود اور بامقصد رہے چنانچہ آئندہ صفحات میں ہم درج ذیل عنوانات پر گفتگو کریں گے۔

(1) الرمادۃ کا مفہوم
(2) عام الرمادۃ کا تعین
(3) عام الرمادۃ سے پہلے اہم واقعات
(4) الرمادۃ کی وسعت اور تفصیلات
(5) فاروقی کردار

الرمادۃ کا مفہوم:

تو آیئے دیکھتے ہیں کہ رمادۃ کا مفہوم عربی لغت کی رو سے کیا ہے اور عہد فاروقی میں پیش آنے والی خشک سالی کو رمادہ کیوں کہتے ہیں۔

رَمَادَة: کا بنیادی مادہ تین حروف یعنی ر. م. اور. د. پر مشتمل ہے۔

اور رمــــاد :راکھ کو کہتے ہیں یعنی وہ مادہ جو کسی چیز کے مکمل طور پر جل کر ہلاک اور تباہ ہونے کے بعد باقی رہ جائے۔ سردی سے ہلاک ہونے کے لئے ''رِمَادَة'' بولا جاتا ہے اور رَمَــادَة کا مطلب ہے ہلاکت اَرمَـدَ الـقـومُ قوم کا محتاج ہو جانا۔ قحط و خشک سالی میں پڑنا قوم کے مویشیوں کا ہلاک ہو جانا۔

عربی ضرب المثل (فلانٍ ینفُخُ فِی رَمَادٍ) فلاں شخص راکھ میں پھونک مار رہا ہے۔ یہ اس شخص کے بارے میں بولتے ہیں جو بے فائدہ کام کرے۔ ☆1

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت کے دوران آنیوالی

☆1: (ترتیب القاموس المحیط) ا ج2 ص387

مصباح اللغات ص314'313)

خشک سالی کو بھی رَمَادَۃ کہتے ہیں۔اس کا سبب یہ ہوا کہ جزیرہ نمائے عرب میں پورے نو مہینے تک مینہ کے نام سے ایک بوند نہ پڑی۔ادھر آتش فشاں پہاڑ پھٹنے لگے جس سے زمین کی سطح اور اسکی ساری روئیدگی جل گئی۔اور وہ سیاہ مٹی کا ڈھیر ہو کے رہ گئی۔جب ہوا چلتی ساری فضا گرد آلود ہو جاتی۔اس لیے لوگوں میں اس برس کا نام ہی عام الرَّمادۃ۔ راکھ والا برس پڑ گیا۔بارش کے نہ ہونے آندھیوں کے چلنے اور کھیتوں کے جل جانے سے قحط کی صورت پیدا ہوگئی جس نے انسان اور جانوروں کو ہلاک کرنا شروع کردیا۔چنانچہ بھیڑ بکریوں کے ریوڑ فنا ہو گئے اور جو بچ رہے انہیں سوکھا لگ گیا۔ ☆١

عام الرمادۃ کا تعین

مؤرخین کے درمیان اس بات میں تھوڑا سا اختلاف ہے کہ عام الرمادہ کونسا سال ہے۔سن سترہ ہجری یا اٹھارہ ہجری۔

چنانچہ بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ سنہ 17 کے دوران میں مدینہ میں قحط پڑا۔
مؤرخِ اسلام امام ذھبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) فرماتے ہیں۔

”سنة سبع عشرة هِيَ عام الرمادة قَحطَ الناسُ بالحجاز واستسقى عمر بالعباس ثم خَرجَ فيها إلى سَرغ ورُدَّ منها للطاعون الذى بالشام ☆ ٢

یعنی سترھواں سال یہ ”عام الرمادہ“ ہے اس کے دوران حجاز میں لوگ قحط کا شکار ہوئے اور عمر رضی اللہ عنہ نے عباس رضی اللہ عنہ کے توسل سے بارش کی دعا کی۔اس کے بعد وہ مقام ”سَرغ“ کی طرف نکلے لیکن وہاں سے اس طاعون کی وجہ سے واپس ہوئے جو شام میں پھیلا تھا۔

☆١: (عمر فاروق اعظم ص 337)

☆٢: العبر فی خبر من غبر ج 1. ص 17

امام سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"وفی سنة سبعَ عشرة زاد عمر فی المسجد النبوی وفیها کان القحط بالحجاز وسُمی عام الرمادة ☆ ١

یعنی سترہویں سال کے دوران عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی میں اضافہ فرمایا اور اسی سال کے دوران حجاز میں قحط پڑا چنانچہ یہ سال عام الرمادہ کہلایا۔

ان کے بعد ابن العماد حنبلی رحمہ اللہ (متوفی 1089ھ) نے بھی سنہ 17ھ کے واقعات کے ذیل میں لکھا ہے کہ اس سال عمر رضی اللہ عنہ نے عباس رضی اللہ عنہ کے توسل سے بارش کی دعا کی جو قبول ہوئی۔☆٢

ابوجعفر محمد بن حبیب البغدادی نے بھی سنہ 17ھ کو عام الرمادۃ قرار دیا ہے۔☆٣

تاہم جمہور مؤرخین کی رائے یہ ہے کہ یہ قحط سنہ 18ھ میں پڑا۔اسی لیے انہوں نے سنہ 18ھ کے واقعات کے ذیل میں اسے نقل کیا ہے۔ان مؤرخین میں درج ذیل حضرات شامل ہیں۔

(١) محمد ابن سعد (متوفی 230ھ) ☆٤

(٢) خلیفہ ابن خیاط العصفری (متوفی سنہ 240) ☆٥

3: امام ابوجعفر محمد بن جریر الطبری متوفی سنہ 310ھ ☆ ٦

☆:١ تاریخ الخلفاء ص 132

☆:٢ شذرات الذهب فی اخبار من ذهب ج 1. ص 29

☆:٣ کتاب المحبر ص 14

☆:٤ طبقات ابن سعد ج 3ص 310

☆:٥ تاریخ خلیفه بن خیاط ص 138

☆:٦ تاریخ الامم والملوک ج 4. ص 98

4:۔امام ابوالفرج عبدالرحمٰن ابن الجوزی (متوفی 597ھ) ☆۱

5:۔امام عزالدین ابوالحسن علی بن ابی الکرم محمد الشیبانی المعروف بابن الاثیر (متوفی 230ھ ☆۲

6:۔ شہاب الدین احمد بن عبدالوھاب النویری (التوفی 733ھ) ☆۳

7:۔ عبدالرحمٰن بن خلدون (متوفی (808ھ) ☆۴

اسی طرح متاخرین میں سے بھی کئی مؤرخین نے اس رائے کو ترجیح دی ہے۔ چنانچہ علامہ شبلی نعمانی نے الفاروق (ص 233) زین الدین عمر بن الوردی نے تتمۃ المختصر فی اخبار البشر (ج 1۔ص 225) علی الطنطاوی نے اخبار عمر (ص 108) اور ہمارے شیخ حضرت الاستاذ محمد السید الوکیل نے ''جولۃ تاریخیۃ فی عصر الخلفاء الراشدین'' (ص۔365) اور رزق اللہ منقر یوس الصرفی نے ''تاریخ دول الاسلام'' (ج 1۔ ص32) میں الرمادۃ کو 18ھ کے واقعات میں شمار کیا ہے۔

تیسرا اور منفرد قول بلاذری کا ہے جس کے مطابق یہ واقعہ 21ھ میں پیش آیا۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔

وَكَتَبَ عُمَرُ بنُ الخَطَّابِ فِي سَنَةِ إحدىٰ وَعِشرِينَ إلىٰ عَمرِو بنِ العَاصِ يُعْلِمُهُ مَافِيهِ أهلُ المَدِينَةِ مِنَ الجهدِ وَيَأمُرُهُ اَن يَّحمِلَ مَا يَقبِضُ مِنَ الطَّعَامِ فِي الخَرَاجِ إلَى المَدِينَةِ فِي البَحر ....الخ اھ☆۵

☆:۱ المنتظم فی تاریخ الامم والملوک ج 4. ص 250

☆:۲ الکامل فی التاریخ ج 2. ص 555

☆:۳ نهایة الأرب فی فنون الادب ج 19. ص 284' 351

☆:۴ تاریخ ابن خلدون ج 2. ص 553

☆:۵ فتوح البلدان ص 218

یعنی سنہ 21ھ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو خط لکھا جس میں انہیں اس تکلیف سے آگاہ کیا جس سے اہلِ مدینہ گزر رہے تھے اور انہیں حکم دیا کہ خراج کے طور پر وصول شدہ جتنا غذائی سامان تمہارے پاس موجود ہے وہ سمندری راستے سے مدینہ منورہ روانہ کردو۔

تجزیہ :

عام الرمادہ کے دوران حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے امراء و حکام نے مختلف مقامات سے امدادی سامان مدینہ منورہ بھیجا۔ اس ضمن میں اکثر مؤرخین نے لکھا ہے کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے مصر سے امدادی سامان بھیجا۔ ایسی ایک روایت امام بن کثیر رحمہ اللہ نے بھی نقل فرمائی ہے لیکن ساتھ ہی اس پر یہ اشکال ظاہر کیا ہے کہ

"و لٰکن ذِکرُ عَمرِو بنِ العَاصِ فِي عَامِ الرَّمَادَةِ مُشكِلٌ فَإِنَّ مِصرَ لَم تَكُن فُتِحَت فِي سَنَةِ ثَمَانِي عَشرَة . فَإِمَّا اَن يَّكُونَ عَامُ الرَّمَادَةِ بَعدَ سَنَةِ ثَمَانِي عشرة اَو يَكُونُ ذِكرُ عَمرِ و بنِ العَاصِ فِي عَامِ الرَّمَادَةِ وَهمٌ" ☆ ا

یعنی عام الرمادہ کے ضمن میں عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے ذکر میں اشکال ہے کیونکہ مصر 18ھ میں فتح نہیں ہوا تھا۔ اب یا تو عام الرمادہ 18ھ کے بعد واقع ہوا اور یا عام الرمادہ کے ضمن میں عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا ذکر (بحیثیت والئ مصر) محض واہم ہے۔

☆: البداية والنهاية ج 7. ص 103

ہمارے شیخ واستاد ڈاکٹر محمد السید الوکیل فرماتے ہیں کہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فتح بیت المقدس کے بعد ہی مصر کی طرف متوجہ ہوئے تھے اور جمہور مؤرخین کے مطابق بیت المقدس سنہ 16ھ میں فتح ہوا تھا۔۔۔اس کی تائید عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے نام عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ایک خط سے بھی ہوتی ہے جس میں وہ لکھتے ہیں۔

فَقَد عَجِبتُ لِاِبطَائِکُم عَن فَتحِ مِصرَ اِنَّکُم تُقَاتِلُونَ مُنذُ سَنَتَینِ

یعنی فتح مصر میں تمہاری سست روی پر مجھے تعجب ہے۔ دو سال ہوئے تم لڑ رہے ہو۔
بیت المقدس ربیع الآخر سنہ 16ھ میں فتح ہوا تھا۔ اس لئے مصر سنہ 18ھ کے آخر میں فتح ہو جانا چاہئے۔اھ ☆۱

شہاب الدین احمد النویری نے فتح مصر کے بارے میں اقوال نقل کرنے کے بعد سنہ 18ھ کو ترجیح دی ہے۔ فرماتے ہیں۔:۔

:وَقَد اختُلِفَ فِی السَّنَةِ الَّتِی فُتِحَت مِصرُ فِیهَا فقِیل فِی سَنَة عِشرِینَ ' وَقِیلَ سَنَة سِتَّ عَشرَةَ وَالصَّحِیحُ اَنَّهَا فُتِحَت قَبلَ عَامِ الرَّمَادَةِ وَکَانَ عَامُ الرَّمَادَةِ فِی سَنَةِ ثَمَانِی عَشرَةَ فَاِنَّ عَمرَو بنَ العَاصِ حَمَلَ مِنهَا الطَّعَامَ اِلَی المَدِینَةِ فِی بَحرِ القُلزُمِ○ ☆ ۲

یعنی اس بات میں اختلاف ہے کہ مصر کس سال فتح ہوا۔ کہا گیا ہے کہ سن 20 ہجری میں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ سن 16 ہجری میں جبکہ صحیح یہ ہے کہ مصر عام الرمادہ سے قبل ہی فتح ہو چکا تھا اور عام الرمادۃ سنہ 18ھ میں تھا کیونکہ رمادہ کے دوران ہی حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے وہاں سے غذائی سامان بحر قلزم کے راستے مدینہ بھجوایا تھا۔

☆:۱ جوله تاریخیة فی عصر الخلفاء الراشدین ص 270

☆:۲ نهایة الارب فی فنون الادب ج 19 ج ص 284

ابن سعد نے لکھا ہے کہ سن 18 ھ میں جب لوگ حج سے واپس ہوئے تو شدید تکلیف میں مبتلا ہوئے۔ علاقے میں خشک سالی ہوئی۔ مال مویشی ہلاک ہو گئے اور لوگ بھوک و ہلاکت کا شکار ہوئے۔ ☆۱

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ سلسلہ نو ماہ تک جاری رہا۔ ☆۲

ان سب اقوال میں جمع یا تطبیق یوں کی جاسکتی ہے کہ کسی جگہ خشک سالی کے آثار چند دنوں میں ظاہر نہیں ہوا کرتے بلکہ اس میں کئی ماہ لگتے ہیں۔ بارشوں کا سلسلہ منقطع ہوتا ہے۔ فصلیں ضائع ہو جاتی ہیں۔ غلہ کے ذخائر کم ہونے لگتے ہیں۔ قریبی علاقوں میں بھی یہی صورت حال ہوتی ہے جس کے بعد پڑوس کے علاقوں سے امداد ملنے کے امکانات بھی ختم ہو جاتے ہیں۔ اس لئے عین ممکن ہے سنہ 17 ھ میں بارشیں معمول سے کم ہوئی ہوں۔ پھر بارشیں منقطع ہوئی ہوں اور ہوتے ہوتے سنہ 18 ھ کے آخر میں حالات نے انتہائی شدت اختیار کی ہو۔ اس کے بعد بارشوں کا سلسلہ دوبارہ شروع ہوا ہو اور کئی ماہ بعد باغات اور کھیتوں کی بحالی اور نئی فصل تیار ہونے کے بعد حالات سدھرے ہوں۔ عموماً جب خشک سالی عمومی ہو اور حالات مذکورہ بالا صورت حال اختیار کرتے ہیں تو تقریباً دو تا تین سال لگ جاتے ہیں۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ بعض مؤرخین نے خشک سالی کے ابتدائی ایام کا لحاظ کرتے ہوئے سنہ 17 ھ کی تاریخ لکھدی ہے اور جن حضرات نے انتہائی شدید ایام کو نظر میں رکھا انہوں نے سنہ 18 ھ کو عام الرمادہ قرار دیا۔

بہرحال اس بات پر سب متفق ہیں کہ ایسے شدید حالات پیش آئے تھے۔ ماہ اور سال کی تحدید مؤرخین کے لئے تو اہم ہو سکتی ہے لیکن ان لوگوں کے خیال میں اتنی اہم نہیں جن کی نظر اصل واقعات اور پھر ان سے نمٹنے کے لئے ہونے والے انتظامی اقدامات پر ہوتی ہے۔

☆۱: طبقات ابن سعد ج 3 . ص 310

☆۲: البداية والنهاية ج 7. ص 103

عام الرمادہ سے پہلے عمومی صورت حال

اگر چہ ان واقعات اور فتوحات کا مذکورہ خشک سالی سے کوئی براہِ راست تعلق نہیں بنتا لیکن یہاں ان کا مختصر اًذکر محض اس وجہ سے کیا جارہا ہے کہ عموماً جب خوشحالی اور فارغ البالی کے بعد خشک سالی آتی ہے اور تکلیفیں آتی ہیں تو ان کے اثرات زیادہ شدت کے ساتھ محسوس کیے جاتے ہیں۔ جب مسلمانوں کا مقابلہ اس وقت کی دو بڑی طاقتوں کے ساتھ تھا۔صحرائے عرب کے مسلمان زرخیز خطوں کو فتح کر رہے تھے اور مال غنیمت اور خراج کی صورت میں بے تحاشا مال و دولت مسلمانوں کے قدموں میں آ رہی تھی۔ پے در پے فتوحات کی نئی تاریخ رقم ہو رہی تھی۔قبلہ اول فتح ہو چکا تھا اور مسلمان ایک نئی عالمی طاقت کی حیثیت سے ابھر رہے تھے۔عین اسی موقع پر دو بڑی مصیبتیں مسلمانوں پر آن پڑیں۔ایک رمادہ اور دوسری طاعون کی وباء۔رمادۃ کی تفصیلات تو آگے آ رہی ہیں لیکن طاعونِ عمواس کی شدت کے بارے میں اتنا بتانا ہی کافی ہے کہ بقول طبری اس میں پچیس ہزار آدمی لقمہ اجل بنے۔☆۱ جن میں حضرت ابوعبیدۃ عامر بن الجراح اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما جیسے جلیل القدر صحابہ کرام بھی شامل تھے۔لیکن یہ بھی ایک عظیم تاریخی حقیقت ہے کہ مسلمانوں نے اس موقع پر جس عظیم الشان صبر و استقلال، ایثار و قربانی، نظم و ضبط اور انتظامی صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا اس کی مثال نہیں ملتی۔اس کی دلیل یہ ہے کہ عین اس وقت جبکہ حجاز و شام میں مسلمان قحط اور طاعون کا شکار ہو رہے تھے دیگر علاقوں میں ان کے بھائی دشمنوں کو پے در پے شکستیں دیتے ہوئے فاتحانہ انداز میں آگے بڑھ رہے تھے۔عہد فاروقی میں عام الرمادہ سے قبل بہت ساری فتوحات ہوئیں۔عراق میں

☆۱: تاریخ الطبری ج 4ص 101

ابو عبید الثقفی اور مثنیٰ بن حارثہ نے سلسلہ فتوحات کو جاری رکھا دوسری طرف دمشق، فحل، حمص، بعلبک، ابلۃ، بصرہ، بقاع، اردن، یرموک، قادسیہ، اھواز، حلب، انطاکیہ بیت المقدس اور جلولاء جیسے اہم مقامات اور وسیع علاقے فتح ہوئے۔

مختلف مواقع پر صلح اور مال غنیمت کے طور پر کروڑوں درہم اور دوسری اشیاء مسلمانوں کو ملیں۔ فتح حمص کے موقع پر ایک لاکھ ستر ہزار دینار اور اہل میسان نے گیارہ لاکھ درہم پر صلح کی۔ اھواز کے لوگوں نے اٹھائیس لاکھ نوے ہزار درہم پر پہلی بار صلح کی۔ اس کے بعد اسی اھواز کے لوگوں نے دوسری مرتبہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک کروڑ چار لاکھ درہم پر صلح کی۔ فتح جلولاء کے موقع پر مال غنیمت کے طور پر مسلمانوں کو ایک کروڑ اسی لاکھ درہم یا دوسری روایت کے مطابق تین کروڑ درہم ملے جبکہ مال مویشی، غلام اور اسلحہ اس کے علاوہ تھا۔ اتنی فراوانی کے بعد جب رمادہ اور طاعون جیسی مصیبتیں آئیں تو نفسیاتی طور پر ان کی شدت میں مزید اضافہ ہوا ہوگا تاہم عملی طور پر مسلمان چونکہ مسلسل جہاد میں مصروف تھے۔ اس لیے وہ یہ صدمہ برداشت کرنے میں کامیاب رہے اور ان کی کامرانیوں کے تسلسل میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں ہوئی۔

الرمادۃ:

رمادہ کی جو تفصیلات کتب تاریخ میں ملتی ہیں ہماری کوشش ہے کہ ان کا خلاصہ آپ کے سامنے پیش کر دیا جائے۔

یہاں یہ ذکر کرنا مناسب رہے گا کہ یہ قحط پورے حجاز پر پھیلا ہوا تھا۔ چنانچہ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ **کان فی عام الرمادۃ جدب عم ارض الحجاز** ☆ ۱ یعنی عام الرمادہ کے دوران ایسی خشک سالی تھی جو کہ پورے ارض حجاز پر پھیلی ہوئی تھی۔ بقول محمد حسین ہیکل یہ وہ قحط تھا جس نے ملک عرب کو جنوب کے آخری کناروں

☆ ۱: البدایۃ والنہایۃ ج7ص103

سے لے کر شمال کی آخری سرحدوں تک گھیر لیا تھا۔ ☆۱

ابن سعد کی روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ سلسلہ شام و عراق کی سرحدوں اور تہامہ تک پھیلا ہوا تھا۔ ☆۲

یمن بھی اس کی لپیٹ میں آچکا تھا۔ ☆۳

مؤرخین نے لکھا ہے کہ اس قحط کا سبب یہ تھا کہ جزیرہ نمائے عرب میں پورے نو ماہ تک بارش کی ایک بوند نہ پڑی۔ ادھر آتش فشاں پہاڑ پھٹنے لگے جس سے زمین کی سطح اور اس کی ساری روئیدگی جل گئی اور وہ سیاہ مٹی کا ڈھیر ہو کر رہ گئی۔ جب ہوا چلتی ساری فضا گرد آلود ہو جاتی ------ بارش کے نہ ہونے' آندھیوں کے چلنے اور کھیتوں کے جل جانے سے قحط کی صورت پیدا ہوگئی جس نے انسانوں اور جانوروں کو ہلاک کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ بھیڑ بکریوں کے ریوڑ کے ریوڑ فنا ہو گئے اور جو بچے رہے انہیں سوکھا لگ گیا۔ یہاں تک کہ ایک شخص بھیڑ کو ذبح کرتا اور اس کی بدہئیتی دیکھ کر بھوک اور مصیبت کے باوجود اسے چھوڑ کے کھڑا ہو جاتا۔ بازار سارے سونے پڑے تھے اور ان میں خرید و فروخت کے لئے کچھ نہ تھا۔ لوگوں کے ہاتھ میں روپے تھے مگر ان کی کوئی قیمت نہ تھی۔ اس لئے کہ بدلے میں کوئی چیز ایسی نہ ملتی تھی جس سے وہ پیٹ کی آگ بجھا سکتے۔ مصیبت طویل اور ابتلاء شدید ہوگئی۔ لوگ جنگلی چوہوں کے بل کھودنے لگے کہ جو اس میں ملے نکال کے کھالیں قحط کی ابتداء میں مدینہ والوں کی حالت دوسروں سے بہتر تھی۔ جس کا سبب یہ تھا کہ مدینہ میں مدنیت کا شعور پیدا ہو چکا تھا اور مدینہ والوں نے آسودگی کے زمانے میں ضروریات زندگی کا ذخیرہ فراہم کر لیا تھا۔ جو متمدن لوگوں کی

☆:۱ عمر فاروق اعظم ص 337

☆:۲ طبقات ابن سعد ج 3. ص 311

☆:۳ اخبار عمر ص 117

عادت ہے۔ چنانچہ قحط کا آغاز ہوا تو وہ اس ذخیرے کے سہارے زندگی بسر کرنے لگے۔ لیکن بدویوں کے پاس کوئی اندوختہ نہ تھا۔ اس لئے وہ شروع ہی میں بھوکے مرنے لگے اور وہ دوڑ دوڑ کر مدینہ پہنچے کہ امیر المؤمنین سے فریاد کر کے اپنے اہل وعیال کی زندگی کے لئے روٹی کا ٹکڑا مانگیں۔ ہوتے ہوتے ان پناہ گیروں کی اتنی کثرت ہوگئی کہ مدینہ میں تل رکھنے کو جگہ نہ رہی۔ اب مدینہ والے بھی ابتلاء میں پڑ گئے اور بدویوں کی طرح بھوک اور قحط نے ان پر بھی وار کر دیا۔۔۔۔ اس پر مستزاد یہ کہ۔۔۔۔ بیماری پھوٹ نکلی اور بہت سے لوگ اس کی نذر ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مریضوں کی عیادت کو جاتے اور جب کوئی مرجاتا تو اس کے لئے کفن بھیجتے۔ ☆۱

ایک مرتبہ تو بیک وقت دس آدمیوں کی نماز جنازہ پڑھائی۔ قحط کی شدت کا اندازہ آپ اس بات سے بھی لگا سکتے ہیں کہ بقول طبری (حَتىٰ جَعَلَتِ الوَحشُ. تَأْوِی اِلَی الْاِنْسِ) ☆ ۲

یعنی: یہاں تک کہ وحشی جانور انسانوں کے پاس آنے لگے۔ (کہ شاید کچھ مل جائے)۔

انتظامات اور فاروقی کردار:۔

آئندہ سطور میں ہم یہ دیکھیں گے کہ اس عظیم بحران سے نمٹنے کے لئے امیر المؤمنین نے کیا طریقہ اختیار کیا' کیسے انتظام کیا اور کونسے اقدامات اٹھائے۔ یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ بعض اقدامات تو خالصۃً انتظامی نوعیت کے تھے اور بعض امیر المؤمنین کے ذاتی کردار سے متعلق تھے۔ لیکن جو چیز ان میں مشترک ہے وہ ہے

☆:۱ عمر فاروق اعظم ص342

☆:۲ تاریخ الطبری ج 4. ص 98

نهاية الارب فی فنون الادب ج 19. ص 351

امیر المؤمنین کی حیرت انگیز اور عدیم المثال انتظامی صلاحیت' اپنی رعیت کے ساتھ پر خلوص محبت' خیر خواہی اور للّٰہیت ۔تو آیئے ان کے اقدامات پر ایک طائرانہ نظر ڈالتے ہیں۔

(1) بیت المال سے امداد:۔

جیسے جیسے قحط میں شدت پیدا ہوتی گئی لوگوں کی قوت جواب دیتی گئی۔ جو کچھ ان کے پاس محفوظ تھا اُسے کھا گئے۔حتیٰ کہ کچھ بھی باقی نہ رہا۔ چنانچہ آس پاس کے لوگ امیر المؤمنین کے پاس دار الخلافہ ''مدینہ منورہ'' آنے لگے۔ مدینہ منورہ میں بیت المال میں جو کچھ موجود تھا۔امیر المؤمنین نے وہ سب کچھ تقسیم کر دیا۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں(**فَاَنفَقَ فِيهِمْ مِن حَوَاصِلِ بَيتِ المَالِ مِمَّا فِيْهِ مِنَ الاَطْعِمَةِ وَالاَموَالِ حَتّٰى اَنفَدَهُ** ☆ ۱

امیر المؤمنین کے پاس بیت المال میں جو کچھ غذائی مواد یا مال موجود تھا وہ ان میں خرچ کر ڈالا حتیٰ کہ اسے ختم کر ڈالا۔

اور بظاہر یہ معمول کا ایک اقدام نظر آتا ہے کہ سرکاری خزانے سے مفلوک الحال لوگوں کی مدد کی جائے لیکن ایسی مدد کہ بیت المال ہی خالی رہ جائے یہ مثال شاید کہیں اور نہ ملے۔ ایسی فراخ دلانہ امداد کی توقع امیر المؤمنین سے ہی کی جاسکتی ہے۔ قدرتی آفات' حادثات' اور مصائب تو آج بھی آتے رہتے ہیں۔لیکن حکومتوں کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ خزانہ پر بوجھ نہ پڑے۔ امیر المؤمنین کا تصور یہ نظر آتا ہے کہ خزانہ رعایا کے لئے ہوتا ہے اگر رعایا نہ رہے تو خزانہ کس کام کا۔ اگر ہمارے مقتدر حضرات ایک اصول کو سامنے رکھ کر پالیسی بنائیں تو غریب عوام کے بے شمار مسائل کا ازالہ ہو سکتا ہے اور وہ اصول یہ ہے کہ

☆ا: البداية والنهاية ج 7. ص 103

''خزانہ عوام کے لئے ہے عوام خزانہ کے لئے نہیں''

(۲)خود احتسابی:۔

بلاشبہ ''رمادۃ'' ایک بڑی آزمائش تھی۔اس کے ظاہری اسباب کو موضوع سخن بنانے کی بجائے امیر المؤمنین نے مناسب سمجھا کہ اپنے اعمال کا جائزہ لیا جائے اور قوم کو بھی اس طرف متوجہ کیا جائے۔اولیاء اللہ کا طریقہ ہمیشہ یہی رہا ہے کہ آزمائش کے وقت اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے تعلق کا جائزہ لیتے ہیں کہ کہیں کسی لغزش کے نتیجے میں تو یہ مصیبت نازل نہیں ہوئی؟

ابن سعد سلیمان بن یسار سے روایت کرتے ہیں کہ:

خَطَبَ عُمَرُ بنُ الخَطَّابِ النَّاسَ فِي زَمَانِ الرَّمَادَةِ فَقَالَ: اتَّقُو اللّٰهَ فِي اَنفُسِكُم وَفِيمَا غَابَ عَنِ النَّاسِ مِن اَمرِكُم فَقَدِ ابتُلِيتُ بِكُم وَابتُلِيتُم بِي فَمَا اَدرِي السُّخطَةُ عَلَيَّ دُونَكُم اَو عَلَيكُم دُونِي اَو قَد عَمَّتنِي وَ عَمَّتكُم فَهَلُمُّوا فَلنَدعُ اللّٰهَ يُصلِح قُلُوبَنَا وَاَن يَرحَمَنَا وَاَن يَّرفَعَ عَنَّا المَحلَ. قَال فَرُئِيَ عُمَرُ يَومَئِذٍ رَافِعًا يَدَيهِ يَدعُو اللّٰهَ وَدَعَا النَّاسُ وَبَكيٰ وَبَكَى النَّاسُ مَلِيًّا ثُمَّ نَزَلَ ا.ھ ☆ا

رمادۃ کے زمانے میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے سامنے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: لوگو اپنے رب سے ڈرو اپنے نفس کے بارے میں اور اپنے ان اعمال کے بارے میں جو لوگوں سے پوشیدہ ہیں۔یقیناً تمہاری وجہ سے میری اور میری وجہ سے تمہاری آزمائش ہو رہی ہے۔مجھے معلوم نہیں کہ اللہ کی <u>ناراضگی صرف میرے اوپر ہے یا صرف تمہارے اوپر</u> اور یا عمومی طور پر میرے اوپر ہے اور تمہارے اوپر بھی۔آیئے

☆:ا طبقات ابن سعد ج 3. ص 322

بارگاہِ الٰہی میں دعا کریں کہ وہ ہمارے دلوں کی اصلاح فرمائے، ہم پر رحم فرمائے اور ہم سے قحط وخشک سالی کو اٹھالے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اُس روز بارگاہِ الٰہی میں دونوں ہاتھ اُٹھائے ہوئے دعا مانگتے دیکھا گیا اور لوگوں نے بھی دعا مانگی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کافی دیر تک خود بھی روئے اور لوگ بھی رو دیئے۔ پھر منبر سے اُترے۔

زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا:

سَمِعتُ عمَرَ یقُولُ: اَیُّھا النَّاسُ اِنِّی اَخشیٰ اَن تکُونَ سُخطَۃ" عَمَّتنَا جَمِیعاً فَأعتِبُو اربَّکُم وَانزِعُوا وَتُوبُوا إلَیْہِ وَاَحدِ ثُوا خَیرًا۔ ا۔ ھ☆

میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ لوگو مجھے ڈر ہے کہ (یہ قحط) ہم سب پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا اظہار ہے۔ اس لئے اپنے رب کو راضی کرلو۔ اس کی ناراضگی سے ہاتھ کھینچ لو۔ اس کی بارگاہ میں توبہ کرلو اور اچھے اعمال کر کے دکھاؤ۔

یہ ہے ایک ولی اللہ کا کردار کہ مصیبت کی گھڑی میں شکوے شکایت کی بجائے خود احتسابی سے کام لیا قوم کو بھی خود احتسابی کی طرف متوجہ کیا۔ دوسری طرف ہم ہیں کہ آزمائش کے وقت ذمہ داری دوسروں پر ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ حیلے بہانے تلاش کرتے ہیں خود کو بری الذمہ قرار دیتے ہیں اور اپنے اعمال کا جائزہ لے کر اپنے رب کو راضی کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔

(3) توجه إلى الله:

خود احتسابی کے ساتھ ساتھ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے معمول سے بڑھ کر توجہ اِلی اللہ کا اہتمام فرمایا۔ عبداللہ بن ساعدہ کہتے ہیں کہ:

☆: طبقات ابن سعد ج 3. ص322

رَأیتُ عُمَرَ اِذَا صَلیَّ المَغرِبَ نَادیٰ : اَیُّهَا النَّاسُ استَغفِرُوا رَبَّکُم ثُمَّ تُوبُوا اِلَیهِ وَسَلُوهُ مِن فَضلِهٖ وَاستَسقُوا سُقیَا رَحمَةٍ لَا سُقیَا عَذَابٍ فَلَم یَزَل کَذٰلِکَ حَتّٰی فَرَّجَ اللهُ ذٰلِکَ. ☆١

یعنی میں نے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب مغرب کی نماز پڑھ لیتے تو لوگوں کو مخاطب کر کے فرماتے: ''لوگو اپنے پروردگار سے مغفرت مانگو۔ اس کی بارگاہ میں توبہ کرو۔ اُس سے اس کا فضل مانگو اور بارش کی دعا مانگو۔ رحمت کی بارش نہ کہ عذاب کی بارش۔ یہی آپ کی عادت رہی حتّٰی کہ اللہ تعالیٰ نے مصیبت دور فرمادی۔

ایک اور راوی کہتے ہیں: کہ عام الرمادہ کے دوران انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا: اَیُّهَاالنَّاسُ اُدعُوا اللهَ اَن یُّذهِبَ عَنکُم المَحلَ وَهُوَ یُطَوِّفُ عَلیٰ رَقَبَتِهٖ دِرَّةً'' ☆٢

''لوگو اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ اس قحط کو تم سے دور فرمادے'' یہ کہتے وقت وہ اپنی گردن پر کوڑا اپھرا رہے تھے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ:

''کَانَ عُمَرُ بنُ الخَطَّابِ اَحدَثَ فِي زَمَانِ الرَّمَادَةِ اَمراً مَا کَانَ یَفعَلُهُ لَقَد کَانَ یُصَلِی بِالنَّاسِ العِشَآءَ ثُمَّ یَخرُجُ حَتیَّ یَدخُلَ بَیتَهُ فَلَایَزَالُ یُصَلِّي حَتّٰی یَکُونَ آخِرُ اللَّیلِ ثُمَّ یَخرُجُ فَیَأتِي الاَنقَابَ فَیَطُوفُ عَلَیهَا وَاِنِّي لَاَسمَعُهُ لَیلَةً فِي السَّحَرِ وَهُوَ یَقُولُ : اَللّٰهُمَّ لَا تَجعَل هَلَاکَ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ عَلیٰ یَدَيَّ . ☆٣

☆:١ طبقات ابن سعد ج 3 . ص 320

☆:٢ طبقات ابن سعد ج 3. ص 320

☆:٣ طبقات ابن سعد ج 3. ص 312

یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ''رمادة'' کے زمانے میں ایسا طریقہ اپنایا جو وہ اس سے پہلے نہیں کیا کرتے تھے۔ وہ لوگوں کو عشاء کی نماز پڑھا کر مسجد سے نکل کر اپنے گھر تشریف لاتے اور مسلسل نماز پڑھتے۔ پھر رات کے آخری پہر نکلتے' گلیوں کا چکر لگاتے۔ میں نے بارہا رات کو سحر کے وقت ان کو کہتے ہوئے سنا ''الٰہی امتِ محمد کو میرے ہاتھوں ہلاک نہ ہونے دے''

محمد حسین ہیکل لکھتے ہیں کہ ''اب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ کے دامن رحمت کے سوا کہیں پناہ نظر نہ آئی۔ نو مہینے تک مسلسل ان کا یہ معمول رہا کہ لوگوں کو عشاء کی نماز پڑھانے کے بعد کاشانہ خلافت میں داخل ہوتے تھے اور ساری ساری رات نماز پڑھتے رہتے تھے خدا سے گڑگڑا کے یہ دعا مانگتے تھے کہ وہ ان کے ہاتھوں امت محمد کو ہلاک نہ کرائے اھ ☆۱

حضرت سعد بن زید اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا:

''رَأَيتُ عُمَرَ بنَ الخَطَّابِ يُصَلِّي فِي جَوفِ اللَّيلِ فِي مَسجِدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ زَمَانَ الرَّمَادَةِ وَهُوَيَقُولُ (اَللّٰهُمَ لَا تُهلِكنَا بِالسِّنِينِ وَارفَع عَنَّا البَلَآءَ) يُرَدِّدُ هٰذِهِ الكَلِمَةَ. ☆۲

یعنی میں نے رمادہ کے زمانے میں عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو رات کے وقت مسجد نبوی میں نماز پڑھتے دیکھا۔ وہ یہ دعا مانگ رہے تھے کہ الٰہی خشک سالی کے ذریعے ہمیں ہلاک نہ کیجیو اور اس بلاء کو ہم سے اٹھائیو' وہ یہی الفاظ بار بار دہراتے رہتے تھے۔ اھ۔

☆:۱ عمر فاروق اعظم ص 342

☆:۲ طبقات ابن سعد ج 3. ص 319

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ طرز عمل درحقیقت اللہ تعالیٰ پر ان کے غیر متزلزل ایمان کی غمازی کرتا ہے کہ جو چیز جس کے اختیار میں ہے اسی سے مانگی جائے ارشاد ربانی ہے۔

" وَهُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِن بَعْدِ مَا قَنَطُوا وَيَنشُرُ رَحْمَتَهُ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيدُ ☆ ا

وہی (اللہ تو) ہے جو لوگوں کے مایوس ہو جانے کے بعد مینہ برساتا ہے اور اپنی رحمت پھیلا دیتا ہے اور وہی قابل تعریف ولی ہے۔ اھ۔

(4) شبینہ گشت

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی مبارک عادتوں میں سے ایک عادت یہ تھی کہ رعیت کے حالات سے آگاہی حاصل کرنے کے لئے رات کے وقت خود چل کر جائزہ لیا کرتے تھے اور جس کسی کو امداد کا مستحق خیال کرتے رات کی تاریکی میں ہی ضروری مدد فراہم کر دیتے۔ یہ عادت رمادہ کے زمانے میں بھی جاری رہی بلکہ رمادہ کے زمانے میں وہ معاشرتی تبدیلیوں پر بھی نظر رکھ رہے تھے اور ان کا تجزیہ بھی کیا کرتے تھے۔ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ نقل کرتے ہیں کہ رمادہ کے سال انہوں نے رات کے وقت مدینہ منورہ کی گلیوں میں گشت کیا تو کسی کو ہنستے نہیں پایا نہ ہی لوگوں کو اپنے گھروں میں حسب عادت گفتگو کرتے سنا اور نہ کسی مانگنے والے کو مانگتے دیکھا۔ (یہ صورت حال چونکہ خلاف معمول تھی اس لئے انہوں نے فوراً اسے محسوس کیا) چنانچہ اس کے سبب کے بارے میں دریافت کیا۔ انہیں بتایا گیا کہ: اے امیر المؤمنین سوال کرنے والے سوال کرتے رہے لیکن انہیں کچھ نہیں دیا گیا اس لئے انہوں نے مانگنا اور سوال کرنا ہی چھوڑ دیا۔ اس کے علاوہ لوگ

☆:ا سورۃ الشوریٰ 28

پریشانی اور تنگدستی کا شکار ہیں اس لئے نہ تو (حسب معمول) گپ شپ لگاتے ہیں نہ ہی ہنستے ہنساتے ہیں۔

قحط کے ظاہری نقصانات کے بارے میں رپورٹیں امیر المؤمنین کو مل رہی تھیں یہ ممکن ہی نہیں کہ اُن جیسے زیرک انسان سے ظاہری صورت حال پوشیدہ رہ سکے۔ لیکن بعض چیزیں ایسی بھی ہوتی ہیں جن کی رپورٹنگ کو لوگ اہمیت نہیں دیتے۔ اس واقعے سے یہ حقیقت بھی ظاہر ہوتی ہے کہ نظام مملکت چلانے اور عوام کے حالات سے آگاہی حاصل کرنے کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ صرف سرکاری رپورٹوں پر اکتفا نہیں کرتے تھے بلکہ رات کے اندھیرے میں خود جا کر حالات معلوم کرنا ضروری سمجھتے تھے۔ اس موضوع پر بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے عُمال حکومت کو سرکاری انتظام وانصرام میں اس پہلو پر زیادہ توجہ دینی چاہیئے۔

(5)امداد کی اپیل

کتب تاریخ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کوشش یہ تھی کہ قحط سالی سے متاثرہ عوام کے دکھوں کا مداوا بیت المال سے کیا جائے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے بیت المال میں جو کچھ تھا وہ انہوں نے خرچ کر دیا یہ انکا معمول تھا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے نام اپنے ایک مکتوب میں انہوں نے حکم دیا کہ سال میں ایک دن ایسا مقرر کرو جب خزانہ میں ایک درہم تک باقی نہ رہے اور وہاں جھاڑو لگا دی جائے تا کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہو کہ میں نے ہر حقدار کا حق ادا کیا ہے۔ ☆

صرف مقامی بیت المال سے امداد پر انحصار کی دوسری وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ انہیں امید تھی کہ شاید قحط کا سلسلہ جلد ختم ہو جائے گا مصیبت ٹل جائے گی اور باہر سے امداد منگوانے کی ضرورت نہ رہے گی۔ لیکن خشک سالی جیسے جیسے طول پکڑتی گئی عوام کی

☆: حضرت عمر کے سرکاری خطوط ص232

مشکلات میں اضافہ ہوتا گیا اور مدینہ منورہ کا بیت المال بھی خالی ہو گیا تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے امداد بھجوانے کے لئے صوبوں کو خطوط لکھنے کا فیصلہ کیا۔ تاریخی روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس سلسلے میں انہوں نے حضرت ابوعبیدہ عامر ابن الجراح رضی اللہ عنہ کو خط لکھا۔ شام کے گورنر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بھی لکھا اور عراق کے گورنر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو بھی لکھا۔ یہ خطوط انتہائی مختصر اور زوردار تھے۔

سب سے پہلے جس شخص کو مدد پہنچانے کی سعادت ملی وہ حضرت ابوعبیدہ عامر ابن الجراح رضی اللہ عنہ تھے۔ وہ امداد لے کر بنفس نفیس مدینہ منورہ پہنچے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ غذائی سامان سے لدے ہوئے چار ہزار اونٹ لے کر مدینہ منورہ پہنچے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ کے اردگرد قیام پذیر قحط زدگان کے درمیان یہ غذائی سامان تقسیم کرنے کا کام ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا۔ جب وہ تقسیم سے فارغ ہو کر واپس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ انہیں چار ہزار درہم دے دیے جائیں۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:۔

لَا حَاجَةَ لِي فِيهَا يَا اَمِيرَ الْمُؤمِنِينَ اِنَّمَا اَرَدتُّ اللهَ وَمَا قِبَلَهُ فَلاَ تُدخِل عَلَيَّ الدُّنيَا.

امیر المومنین مجھے ان کی کوئی حاجت نہیں میں نے جو کچھ کیا ہے اللہ اور اس کے انعام کی خاطر کیا ہے۔ دنیا کو میری طرف مت دھکیلیے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اسے قبول کر لو۔ جب تم نے اسے طلب ہی نہیں کیا تو قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں لیکن حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے بھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس طرح واقعہ پیش آیا تھا۔ انہوں نے بھی مجھے وہی بات فرمائی تھی جو میں نے آپ سے کہی ہے اور میں نے اُن کی خدمت میں وہی بات عرض کی تھی جو آپ نے مجھے کہی ہے لیکن اس کے باوجود

آپ نے مجھ پر بخشش فرمائی۔ یہ سن کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے وہ رقم قبول فرمائی اور اپنی ولایت کی طرف چل دیئے۔ ☆

تقسیم کا کام حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کرنے میں دو فائدے تھے۔ ایک تو یہ کہ دوسروں کے مقابلے میں وہ زیادہ جوش جذبے کے ساتھ یہ خدمت انجام دیں گے۔ دوسرے یہ کہ وہ خود اپنی آنکھوں سے حالات کا مشاہدہ کرلیں گے اور واپس جا کر اہل شام کو حالات سے آگاہ کرسکیں گے۔

اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھا۔

" اِذَا جَاءَ کَ کِتَابِی ھٰذَا فَا بعَث اِلَینَا مِنَ الطَّعَامِ بِمَا یَصلُحُ مَنَ قِبلَنَا فَاِ نَّھُم قَد ھَلَکُوا اِلَّا اَن یَّرحَمَھُمُ اللّٰہُ .

یعنی جب تمہارے پاس میرا یہ خط پہنچے تو فوراً ہمارے پاس اتنا سامان بھیجو جو یہاں ہمارے لوگوں کی حالت سدھار سکے کیونکہ اگر اللہ کی رحمت شامل حال نہ ہوئی تو لوگ ہلاک ہوجائیں گے۔ چنانچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے غذائی سامان سے لدے ہوئے تین ہزار اونٹ اور تین ہزار چغے روانہ کردیئے۔ ☆۲

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو بھی لکھا چنانچہ انہوں نے آٹے سے لدے ہوئے دو ہزار اونٹ بھیجے۔ ☆۳

☆:۱ (عمر فاروق اعظم ص340
الکامل فی التاریخ ج 2. ص 556
تاریخ الطبری ج 4. ص 100
البدایہ والنھایۃ ج 7. ص 104
تاریخ ابن خلدون ج 2. ص 554
اخبار عمر ص 110

☆:۲ طبقات ابن سعد ج 3. ص 315
اخبار عمر ص 109
عمر فاروق اعظم ص 340

☆:۳ طبقات ابن سعد ج 3. ص 315
اخبار عمر ص 109
جولہ تاریخیۃ فی عصر الخلفاء الراشدین ص 269

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ رمادہ کے وقت وہ کہاں تھے۔ مصر میں یا فلسطین میں۔ البتہ یہ بات طے شدہ ہے کہ وہ اس وقت حضرت عمر کی طرف سے ایک علاقے کے حاکم تھے اور حضرت عمر نے انہیں خط لکھا چنانچہ انہوں نے بری راستے سے بھی امداد روانہ کی اور بحری راستے سے بھی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لکھا:۔

بِسمِ اللّٰهِ الرَّحمٰنِ الرَّحِيمِ مِن عَبدِ اللّٰهِ عُمَرَ اَمِيرِ المُؤمِنِينَ إلَى العَاصِ ابنِ العَاصِي سَلَامٌ عَلَيکَ اَمَّا بَعدُ: اَفتَرَ انِي هَالِکًا وَمَن قِبَلِي وَتَعِيشُ اَنتَ وَمَن قِبلَکَ فَيَاغَو ثَاهُ يَاغَوثَاهُ يَا غَوثَاهُ"

یعنی: بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ اللہ کے بندے امیر المؤمنین عمر کی طرف سے عاص بن العاصی کے نام۔ اما بعد۔ کیا تم مجھے اور میرے پاس والوں کو ہلاک ہوتے دیکھو گے اور تم اور تمہارے پاس والے زندہ رہیں گے۔ مدد! مدد! مدد!

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے جواب میں لکھا۔

بِسمِ اللّٰهِ الرَّحمٰنِ الرَّحِيمِ لِعَبدِ اللّٰهِ عُمَرَ اَمِيرِ المُؤمِنِينَ مِن عَمرِو بنِ العَاصِ سَلَامٌ عَلَيکَ فَاِنِّي اَحمَدُ اِلَيکَ اللّٰهَ الَّذِي لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَمَّا بَعدُ: اَتَاکَ الغَوثُ فَلَبِّث لَبِّث لَا بْعَثَنَّ اِلَيکَ بِعِيرٍ اَوَّلُهَا عِندَکَ وَآخِرُهَا عِندِي:

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ اللہ کے بندے امیر المؤمنین عمر کی خدمت میں عمرو بن العاص کی طرف سے۔

سلام ہو آپ پر۔ میں آپ کے سامنے اس اللہ کی حمد بیان کرتا ہوں جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ اما بعد! مدد آپ کے پاس پہنچنے والی ہے۔ آپ اطمینان رکھیں۔ میں

ایسا قافلہ آپ کے پاس بھیج رہا ہوں جس کا اگلا سرا آپ کے پاس اور آخری سرا میرے پاس ہوگا۔☆۱

چنانچہ انہوں نے فوری طور پر بری راستے سے آٹے سے لدے ہوئے ایک ہزار اونٹ اور پانچ ہزار کمبل بھیجے۔ ☆۲

یہ امداد سمندر کے راستے جدہ اور جدہ سے مکہ مکرمہ پہنچی۔☆۳

لیکن کہاں سے روانہ ہوئی تو اسمیں اختلاف ہے محمد حسین ھیکل کی رائے میں ایلہ (موجودہ عقبہ) سے روانہ ہوئی تھی۔☆۴

جبکہ ابن الاثیر اور ابن خلدون کی رائے میں یہ امدادی سامان بحر قلزم سے روانہ ہوا تھا۔☆۵

صورت حال جو بھی ہو سمندری راستے سے امداد آنا تاریخی طور پر ثابت شدہ ہے اور اس کی تفصیلات بھی دلچسپی سے خالی نہیں ہیں۔

بقول طبری حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خط کے جواب میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ

☆:۱ طبقات ابن سعد ج 3. ص 310
نهاية الآرب في فنون الادب ج 19. ص 326
عمر فاروق اعظم ص 339
اخبار عمر ص 109-108

☆:۲ طبقات ابن سعد ج 3. ص 319
حضرت عمر فاروق اعظم ص 340
اخبار عمر 709
جوله تاريخية في عصر الخلفاء الراشدين ص 269

☆:۳ البداية و النهاية ج 7. ص 103

☆:۴ حضرت عمر فاروق اعظم ص 340

☆:۵ الكامل في التاريخ ج 2. ص 556
تاريخ ابن خلدون ج 2. ص 554

اِنَّ البَحرَ الشَّامِیَّ حُفِرَ لِمبعَثِ رَسُولِ اللہِ ﷺ. حَفِیرًا فَصَبَّ فِی بَحرِ العَرَبِ فَسَدَّهُ الرُّومُ وَالْقِبطُ فَاِن اَحبَبْتَ اَن یَّقُومَ سِعرُ الطَّعَام بِالمَدِینَةِ کَسِعرِهٖ بِمِصرَ حَفرتُ لَهٗ نهراً وَبَنیتُ لَهٗ قَنَاطِرَ فَکَتَبَ اِلَیهِ عُمَرُاَنِ افعَل وَعَجّل ذٰلِکَ فَقَالَ لَهٗ اَهلُ مِصرَ خَرَاجُکَ زَاجٍ وَاَمِیرُکَ رَاضٍ وَاِن تَمَّ هٰذَا اِنکَسَرَا الخَرَاجُ فَکَتَبَ اِلٰی عُمَرَ بِذٰلِکَ وَذَکَرَ اَنَّ فِیه اِنکِسَار خَرَاجِ مِصرَ وَخَرَابُهَا فَکَتَبَ اِلَیهِ عُمَرُ: اِعمَل فِیهِ وَعَجّل اَ خرَبَ اللہُ مِصرَ فِی عِمرَانِ المَدِینَةِ وَصَلَا حِهَا فَعَالَجَهٗ عَمرو وَهُوَ بِالقُلزُمِ فَکَانَ سِعرُ المَدِینَةِ کَسِعرِ مِصرَ وَلَم یَزِدذٰلک مِصرَ اِلَّا رَخَاءً . اھ☆1

یعنی بعثت نبوی کے وقت بحر شامی سے ایک نہر کھود کر نکالی گئی جو بحیرہ عرب میں گرتی تھی۔ جسے رومیوں اور قبطیوں نے بند کر دیا تھا۔ اگر آپ چاہیں کہ مدینہ منورہ میں غذائی مواد کی قیمت مصر کی قیمتوں کے برابر ہو تو میں دوبارہ نہر کی کھدائی کر لوں اور اس سے شاخیں نکلوا دوں جواب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ یہ کام کر دو اور اس میں جلدی کرو۔ لیکن مصریوں نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کی کہ خراج کے طور پر تمہیں کافی رقم مل رہی ہے اور تمہارا امیر تم سے راضی بھی ہے۔ (اس لئے نہر کھدوانے کی ضرورت نہیں) کیونکہ اگر یہ منصوبہ مکمل ہوا تو خراج میں کمی واقع ہوگی چنانچہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو

☆1: تاریخ الطبری ج 4. ص 100

المنتظم ج 4. ص 552

تاریخ دول الاسلام ص 32

اس کے بارے میں لکھا کہ اس منصوبے سے مصر کے خراج میں کمی ہوگی اور معیشت خراب ہو جائے گی۔ جواب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر لکھا کہ منصوبہ پر عمل درآمد کرو۔ اور عجلت سے کام لو۔ اگر اس سے مدینہ آباد اور سدھر سکتا ہے تو اللہ تعالیٰ مصر کو برباد کرے۔ چنانچہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے بحر قلزم سے نہر نکالی۔ نتیجۃً مدینہ منورہ کا نرخ مصر کے نرخوں کے برابر رہا اور اس سے مصر کی خوشحالی میں بھی اضافہ ہوا۔

البتہ ابن الجوزی کی روایت میں "أخربَ اللهُ مِصرَ" کی بجائے "أخربَ اللهُ خراجَ مِصرَ" کے الفاظ ہیں یعنی اللہ تعالیٰ مصر کے خراج کو غارت کر دے۔ میرے خیال میں یہ الفاظ زیادہ مناسب ہیں۔

غالبًا اسی روایت کو بنیاد بنا کر ابن الاثیر اور ابن خلدون دونوں نے لکھا ہے کہ "وَأصلَحَ عَمرُو بنُ العَاصِ بَحرَ القُلزُمِ وَأرسَلَ فِيهِ الطعام . ☆۱

یعنی حضرت عمرو بن العاص نے بحر قلزم کی اصلاح کی اور اسی راستے غذائی سامان بھجوایا۔

لیکن ظاہر ہے کہ مصر اور مدینہ منورہ میں بار بار کی مراسلت اور درمیانی طویل فاصلہ وقت کی متقاضی ہے۔ اسلئے ایلہ (عقبہ) کی بندرگاہ اور بحر قلزم والی دونوں روایات کے درمیان تطبیق یوں کی جا سکتی ہے کہ ابتداً انہوں نے فوری کاروائی کرتے ہوئے ایلہ سے غذائی سامان بھجوایا اور پھر نہر مذکور کی صفائی کھدائی کر کے اسے ٹھیک کیا اور بعد میں غلہ اسی راستے بھجواتے رہے۔ واللہ اعلم

☆۱: الكامل فی التاريخ ج 2. ص 556

تاريخ ابن خلدون ج 2. ص 554

بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ مذکورہ نہر کی کھدائی صفائی تقریباً ایک سال میں مکمل ہوئی اور سال مکمل ہونے سے پہلے ہی اس میں کشتیوں کی آمدورفت شروع ہوگئی۔ اس نہر کا نام خلیج امیر المؤمنین پڑ گیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ کے زمانے تک اسی ذریعے سے غلہ پہنچتا رہا۔ لیکن بعد کے امراء نے اس پر کوئی خاص توجہ نہ دی۔ اس میں ریت بھر گئی اور یوں یہ راستہ منقطع ہوگیا۔ ☆۱

اس پورے واقعے سے جو بات سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ قلیل المدت یا فوری نوعیت کے اقدامات کے ساتھ ساتھ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے طویل المدت اقدامات بھی کئے جس سے مدنی اور مصری معیشت پر دوررس اثرات پڑے۔ مدینہ منورہ کے جنوب میں جار نامی حجاز کی بندرگاہ تھی۔ اس بحری راستے سے سامان جار پہنچتا اور جار سے پھر مکہ مدینہ اور یمن تک چلا جاتا ☆۲ چنانچہ طبری نے مذکورہ روایت نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ **وَلَم یَرَ اَھلُ المَدِینَۃِ بعدَ الرَّمَادَۃِ مِثلَھَا۔** ☆۳

یعنی اہل مدینہ نے رمادۃ کے بعد پھر اس جیسی صورتحال نہیں دیکھی۔ لیکن امدادی سرگرمیاں صرف یہاں تک محدود نہ تھیں بلکہ اسلامی ریاست کے ہر علاقے سے امدادی سامان پہنچنا شروع ہوا چنانچہ طبری اور ابن الاثیر دونوں نے یہ الفاظ نقل کیئے کہ **وَتَتَابَعَ النَّاسُ وَاستَغنٰی أَھلُ الحِجَازِ** پھر لوگ (امدادی سامان لے کر) پے درپے آنے لگے حتیٰ کہ اہل حجاز مستغنی ہوگئے۔ ☆۴

☆:۱ نهاية الارب فى فنون الادب ج 19. ص 327

☆:۲ الفاروق . ص 233

☆:۳ تاريخ الطبرى ج 4 . ص 100

☆:۴ تاريخ الطبرى ج 4. ص 100

الكامل فى التاريخ ج 2. ص 556

6:۔امدادی سامان کی تقسیم کے لئے منتظمین کا تقرر

امدادی سامان مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد ایک مشکل کام باقی رہ گیا تھا اور وہ تھا امدادی سامان کی تقسیم۔جن حضرات کو اس قسم کا کوئی تجربہ ہوا ہے وہ جانتے ہیں کہ تقسیم انتہائی مشکل کام ہے۔کم سامان اگر ترتیب اور نظم وضبط کے ساتھ تقسیم ہو تو بڑی مشکلات پر قابو پایا جاسکتا ہے لیکن نظم وضبط کے فقدان کی صورت میں زیادہ وسائل کے باوجود مشکلات میں اضافہ ہو جاتا ہے۔اسی حقیقت کو مدنظر رکھتے ہوئے امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک لائحہ عمل Working Plan تیار کیا جس کے دو حصے تھے۔ایک حصہ دارالخلافہ (capital) یعنی مدینہ منورہ کے لئے تھا جبکہ دوسرا حصہ دیگر علاقوں کے لئے تھا۔

مدینہ منورہ میں تقسیم

مدینہ منورہ مسلمانوں کا روحانی مرکز تو ہے ہی۔البتہ اس کے ساتھ ساتھ دارالخلافہ بھی تھا۔جب قحط شروع ہوا اور اس میں شدت پیدا ہوئی تو لوگ ہر طرف سے چل کر مدینہ منورہ آنے لگے۔چنانچہ امیر المؤمنین نے چند منتظمین (Administrators) کا تقرر کیا جو لوگوں کی خبر گیری کرسکیں اور غذائی سامان تقسیم کرسکیں۔

ابن سعد رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق: لَمَّا كَانَ عَامُ الرَّمَادَةَ تَجَلَّبَتِ الْعَرَبُ مِن كُلِ نَاحِيَةٍ فَقَدِمُوا الْمَدِيْنَةَ فَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قَد اَمَرَ رِجَالًا يَقُومُونَ عَلَيهِم وَيَقسِمُونَ عَلَيهِم اَطعِمَتَهُم وَإِدَامَهُم فَكَانَ يَزِيدُ بنُ أُختِ النَّمرِ وَكَانَ المِسوَرُ بنُ مَخرَمَةَ وَكَانَ عَبدُ الرَّحمٰنِ بنُ عِبدِ القَارِيّ وَكَانَ عَبدُ اللّٰهِ بنُ عُتبَةَ بنِ مَسعُودٍ

فَکَانُوا اِذَا اَمسَوا اِجتَمَعُوا عِندَ عُمَرَ فَیُخبِرُونَهٗ بِکُلِّ مَا کَانُوا فِیهِ وَکَانَ کُلُّ رَجُلٍ مِنهُم عَلٰی نَاحِیَةٍ مِّنَ المَدِینَةِ وَکَانَ الاَعرَابُ حُلُولاً فِیمَا بَینَ رَأسِ الثَّنِیَّةِ اِلٰی رَاتِج اِلٰی بَنِی حَارِثَةَ اِلٰی بَنِی عَبدِ الاَشهَلِ اِلٰی البَقِیعِ اِلٰی بَنِی قُرَیظَةَ وَمِنهُم طَائِفَةٌ بِنَاحِیَةِ بَنِی سَلَمَةَ هُم مُحدِقُونَ بِالمَدِینَةِ. ☆ ۱

یعنی رمادۃ کے سال عرب لوگ ہر طرف سے چل کر مدینہ منورہ پہنچے۔ جہاں عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ نے چند لوگوں کو مقرر کیا جو ان کی خبر گیری کریں ان کے درمیان طعام اور سالن تقسیم کرسکیں۔ ان میں یزید بن اخت النمر، مسور بن مخرمۃ، عبدالرحمان بن عبدالقاری اور عبداللہ بن عتبہ بن مسعود وغیرھم شامل تھے۔ رات کو یہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہوتے اور اپنی ساری کارگزاری ان کو بتاتے۔ ان میں سے ہر شخص مدینہ کے ایک مخصوص علاقے پر مقرر تھا۔ اس زمانے میں (باہر سے آئے ہوئے) لوگ ثنیۃ الوداع سے راتج، بنی حارثہ، بنی عبدالاشہل، بقیع اور بنی قریظہ کے علاقے تک پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے۔ جبکہ کچھ لوگ بنی سلمہ کے علاقے میں بھی تھے اور ان (مہاجرین) نے مدینہ منورہ کو گھیر رکھا تھا۔

جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ سب سے پہلی امداد حضرت ابوعبیدۃ رضی اللہ عنہ لے کر آئے تھے۔ جو انہوں نے خود تقسیم کی۔ بعد میں آنے والے امدادی سامان کی تقسیم مذکورہ بالا حضرات کے سپرد ہوئی اور سب سے بڑھ کر خود امیر المؤمنین ان مہاجرین کی خدمت کیا کرتے تھے۔ اپنی پیٹھ پر بوریاں لادتے ان کے لئے کھانا پکاتے اور رہائش کا بندوبست کرتے تھے۔ جس کی تفصیل آپ آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

☆: طبقات ابن سعد ج 3. ص 317

مالک بن اوس کہتے ہیں کہ: لَمَّا كَانَ عَامُ الرَّمَادَةِ قَدِمَ عَلٰی عُمَرَ قَومِي مِائَةُ بَيتٍ فَنَزَلُوا بِالجَبَّانَةِ، فَكَانَ عُمَرُ يُطعِمُ النَّاسَ مَن جَاءَهُ وَمَن لَّم يَاتِ اِلَيهِ أَرسَلَ اِلَيهِ بِالدَّقِيقِ وَالتَّمرِ وَالأَدَمِ إِلٰى مَنزِلِهِ فَكَانَ يُرسِلُ إِلٰى قَومِي بِمَا يُصلِحُهُم شَهرًا بِشَهرٍ: ☆۱

یعنی رمادہ کے سال میری قوم کے سوگھرانے عمر رضی اللہ عنہ کے پاس مدینہ آئے اور جبانہ کے مقام پر ٹھہرے چنانچہ جو لوگ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے وہ ان کو کھلاتے اور جو آ نہیں سکتے تھے ان کے لیے آٹا کھجور اور سالن ان کے گھروں میں بھجواتے چنانچہ آپ میری قوم کے لوگوں کے پاس ان کی ضرورت کا سامان ماہ بہ ماہ بھجواتے رہتے تھے۔

ایک اور روایت کے مطابق انہوں نے جبانہ میں کچھ لوگوں کو ٹھہرایا اور پھر بار باران کی اور دوسروں کی خبر گیری کیا کرتے تھے۔☆۲

7:۔مدنی ریاستی دسترخوان

مدینہ میں جو لوگ پہلے سے رہائش پذیر تھے اور جو پناہ گزیں بن کے آئے ان

☆:۱ طبقات ابن سعد ج 3. ص 317

☆:۲ اخبار عمر ص 111

میں مرد خواتین بوڑھے اور بچے کمزور بیمار ہر قسم اور ہر عمر کے افراد موجود تھے۔ ہر ایک کے پاس نہ تو پکانے کا سامان تھا نہ ہی ہر شخص پکانے کے قابل تھا۔ اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ میں بیت المال کی طرف سے خلافتی دستر خوان کی روایت قائم کی وہ روٹی کو روغن زیتون میں بھگو کر ثرید بناتے تھے اور ایک دن چھوڑ کر جانور ذبح کر کے اس کا گوشت ثرید پر ڈالتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بڑی بڑی دیگیں چڑھا رکھی تھیں جن پر کام کرنے والے لوگ صبح سویرے اٹھتے اور ''کرکور'' تیار کرتے اور جب صبح ہوتی تو مریضوں کو کھانا کھلاتے **عَصِيدَة** ☆۱ تیار کرتے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم سے ان دیگوں میں تیل ڈال کر گرم کیا جاتا جب اس کی تیزی اور گرمی ختم ہو جاتی تو روٹی کی چوری تیار کی جاتی اور اس پر یہی تیل ڈالا جاتا۔ ☆۲

پھر آواز لگانے والا لوگوں کو بلاتا کہ **مَن اَحَبَّ اَن يَّحضُرَ طَعَامًا فَيَاكُل فَليَفعَل وَمَن اَحبَّ اَن يَّاخذَماَ يَكفِيهِ وَاَهلَهُ فَليَاتِ فَليَاخُذهُ** ☆۳

جو شخص چاہے کہ حاضر ہو کر کھانے میں شریک ہو تو آ جائے اور جو کوئی چاہتا ہو کہ اپنے لیے اور اپنے اہل و عیال کے لئے ساتھ لے جائے تو وہ ساتھ لے جائے۔ اھ

پھر جب حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے امدادی سامان بھیجا تو دستر خوان خلافت پر ہر روز بیس اونٹ ذبح ہوتے۔ ☆۴

☆:۱ عَصِيدَة: ایک قسم کا کھانا جو آٹا اور گھی ملا کر بنایا جاتا ہے۔ پھر اسے پکایا جاتا ہے۔ اس کی جمع ''عَصَائِد'' ہے۔ (الرائد ج2۔ ص1029)

کرکور: ایک قسم کا کھانا ہے۔

☆:۲ طبقات ابن سعد ج 3. ص 317

☆:۳ طبقات ابن سعد ج 3. ص 311

☆:۴ طبقات ابن سعد ج 3. ص 315

عمر فاروق اعظم ص 341

جولہ تاریخیة فی عصر الخلفاء الراشدین ص 272

ایک مرتبہ جب لوگ عشاء کا کھانا کھا چکے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ جن لوگوں نے ہمارے دستر خوان پر کھانا کھایا انہیں شمار کیا جائے۔ اگلے دن گنتی کی گئی تو وہ سات ہزار پائے گئے۔ پھر انہوں نے حکم دیا کہ جو لوگ حاضر نہیں ہو سکتے مثلاً خواتین مریض اور بچے وغیرہ ان کی گنتی کی جائے۔ گنتی ہوئی تو وہ چالیس ہزار نکلے کچھ دن گزرے تو لوگوں کی تعداد بڑھ گئی انہوں پھر گنتی کا حکم دیا۔ تو معلوم ہوا کہ خود حاضر ہو کر کھانا کھانے والوں کی تعداد دس ہزار اور دوسروں کی تعداد پچاس ہزار تک پہنچ گئی۔ بارش ہونے تک یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہا۔☆۱

اتنی بڑی تعداد کو کھانا کھلانا وسائل کے اعتبار سے تو خیر مشکل ہی ہے۔ البتہ انتظامی لحاظ سے بھی بڑا مشکل کام ہے۔ کہ پچاس ہزار افراد کو مسلسل نو ماہ تک صبح شام پکا پکایا کھانا ایک محدود علاقے کے اندر فراہم ہوتا رہے۔

حجاز میں غذائی سامان کی تقسیم

جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لائحہ عمل (working plan) کے دو حصے تھے ایک حصہ مدینہ منورہ کے لئے دوسرا مدینہ منورہ سے باہر کے علاقوں کے لئے جس میں پورا حجاز شامل ہے۔

ہمارے استاد الشیخ محمد السید الوکیل فرماتے ہیں کہ اس لائحہ عمل کی ترتیب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیش نظر مقصد یہ تھا کہ لوگ اپنے اپنے علاقوں میں قیام رکھیں اور وہ اس بات پر اطمینان محسوس کریں کہ خلیفہ ان سے غافل نہیں اور یہ کہ طعام ان کے پاس ان کی قیام گاہ پر ہی پہنچے گا۔ دراصل حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس طرح لوگوں میں پھیلے ہوئے اس رجحان کی حوصلہ شکنی کرنا چاہتے تھے۔ جس کے تحت لوگ مدینہ کی طرف

☆:۔ طبقات ابن سعد ج 3. ص 317. 316

عمر فاروق اعظم ص 341

ہجرت کر کے آ رہے تھے اور دارالخلافہ کی طرف بھاگ رہے تھے اگر سب لوگ مدینہ چلے آتے تو مدینہ میں تل دھرنے کو جگہ نہ رہتی اور مصیبت دوچند ہو جاتی۔ پہلے تو صرف غذائی سامان کی غیر موجودگی کا سامنا تھا اب رہائش اور پناہ گاہ کی فراہمی بھی مسئلہ بن جاتی۔ شاید اس اقدام سے خلیفہ کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ جو لوگ پہلے ہی دارالخلافہ میں پناہ لے چکے ہیں ان کو واپس اپنے اصل مقامات پر واپس بھجوا دیا جائے۔ جب مسلمان دیکھیں گے کہ خلیفہ باہر کے علاقوں پر زیادہ توجہ دے رہا ہے اور ان علاقوں کو دارالخلافہ کے مقابلے میں اولیت دی جا رہی ہے اور ان کے آبائی علاقے مدینہ کے مقابلے میں مقدم ہیں تو وہ خوشی خوشی ان علاقوں میں واپس جائیں گے جہاں سے بھاگ کر انہوں نے ہجرت کی تھی۔☆۱

اس لائحہ عمل کا ایک اور فائدہ یہ بھی ہوا کہ لوگ خصوصا عورتیں بچے اور بوڑھے صبر آزما سفر کی تکلیفوں اور اخراجات سے بچ گئے اور جو کچھ انہیں ملنا تھا بغیر کسی اضافی خرچہ اور سفر کے انہیں اپنے گھروں میں ہی مل گیا۔

مؤرخین نے لکھا ہے کہ طعام کی پہلی کھیپ جب پہنچنے والی تھی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آپ قافلے کا استقبال کریں۔ اور راستہ ہی سے اسے بیرونی علاقے کی طرف موڑ دیں اور وہاں لے جا کر ان کے درمیان تقسیم کر دیں۔ اللہ کی قسم رسول اللہ ﷺ کی صحبت کے بعد آپ کو اس سے اچھی چیز نہیں ملی ہوگی۔ لیکن حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے معذرت کی اور بیمار پڑ گئے۔ اسی دوران نبی کریم ﷺ کے صحابہ میں سے ایک اور شخص وہاں آیا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ (امید ہے) یہ شخص انکار نہیں کرے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے ہدایات دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ تمہیں جو بھی غذائی سامان ملے اسے لے کر اہل بادیہ کی طرف چلے

☆: جولة تاريخية في عصر الخلفاء الراشدين ص 267

جاؤ۔ تھیلوں کو لحاف بنا کر تقسیم کر دو تا کہ وہ اسے اوڑھ سکیں اور اونٹوں کو ذبح کر دو تا کہ وہ گوشت کھالیں اور چربی اپنے ساتھ لے جائیں اس بات کا انتظار نہ کرو کہ وہ کہیں کہ ہم بارش کا انتظار کرتے ہوئے حفظ ماتقدم کے طور پر اونٹوں کو اپنے پاس رکھیں گے اور جہاں تک آٹے کا تعلق ہے تو وہ اسے کھا بھی سکتے ہیں اور ذخیرہ بھی کر سکتے ہیں۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ آسانی پیدا فرمادے۔

موسیٰ بن طلحہ کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ ہمارے پاس غذائی سامان اونٹوں پر لاد کر بھی اور سمندری راستے سے بھی بھیجو چنانچہ انہوں نے کچھ سامان اونٹوں پر لاد کر بھیج دیا یہ اونٹ مجھے شام کے دھانوں یعنی سرحدوں پر ملے وہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نمائندے یہ سامان لے کر دائیں بائیں پھیل گئے۔ اونٹوں کو ذبح کرتے آٹا کھلاتے رہتے اور چغے لوگوں کو پہناتے رہے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو مدینہ کے جنوب میں واقع بندرگاہ جار بھیج دیا تا کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی طرف سے سمندری راستے سے بھیجا جانیوالا غذائی سامان وصول کرے۔ چنانچہ وہ سارا سامان اہل تہامۃ کے پاس لیجا کر انہیں کھلایا گیا۔

تاریخی روایات میں اس کی مزید تفاصیل بھی ملتی ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ:

وَبَعَثَ اِلَيْهِ بِعِيرٍ عَظِيْمَةٍ فَكَانَ اَوَّلُهَا بِالْمَدِيْنَةِ وَآخِرُهَا بِمِصرَ يَتبَعُ بَعضُهَا بَعضًا فَلَمَّا قَدِمَت عَلٰى عُمَر وَسَّعَ بِهَا عَلَى النَّاسِ وَدَفَعَ اِلٰى اَهلِ كُلِ بَيتٍ بِالْمَدِينَةِ وَمَا حَولَهَا بَعِيرًا بِمَا عَلَيْه مِنَ الطَّعَامِ وَبَعَثَ عَبدَ الرَّحمَان بنَ عَوفٍ وَالزُّبَيرَ بنَ العَوَّامِ وَسَعدَ بنَ اَبِى وَقَّاصٍ اَن يُقَسِّمُوهَا عَلَى النَّاسِ وَيَدفَعُوا اِلٰى اَهلِ كُلِّ بَيتٍ بَعِيراً بِمَا عَلَيهِ وَاَن

يَأكُلُوا الطَّعَامَ ' وَيَنحَرُوا البَعِيرَ ' فَيَاكُلُوا لَحْمَهُ وَيَاتَدِمُوا شَحمَه وَيَحتَذُوا جِلدَه وَيَنتَفِعوا بِالوِعَاءِ الَّذِى كَانَ فِيهِ الطَّعَامَ لِمَا ارَادُوا فَوَسَّعَ اللّٰهُ بِذٰلِكَ عَلَى النَّاسِ فَلَمَّا رَاٰى ذٰلِكَ عُمَرُ حَمِدَ اللّٰهَ☆

یعنی حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے ایک عظیم قافلہ امیر المومنین کے پاس بھیجا جس کا اگلا سرا مدینہ اور آخری سرا مصر میں تھا۔اونٹ ایک دوسرے کے پیچھے آ رہے تھے۔جب یہ قافلہ مدینہ پہنچا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی لوگوں کو فراخ دلانہ امداد دی۔مدینہ اور آس پاس کے علاقوں میں ہر گھر والوں کو ایک اونٹ اور اس کے اوپر لدا ہوا سارا غلہ دیا۔پھر عبد الرحمان بن عوف۔زبیر بن العوام اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم کو بھیجا تا کہ وہ لوگوں میں غذائی مواد تقسیم کر دیں اور ہر ایک گھرانے کو ایک اونٹ اور اس پر لدا ہوا غذائی سامان دیدیں۔تا کہ لوگ طعام کھالیں۔اونٹ ذبح کر دیں۔اس کا گوشت کھالیں۔چربی بطور سالن استعمال کریں۔جلد کو بھی استعمال میں لائیں اور جن تھیلوں میں یہ غذائی سامان بھرا تھا۔انہیں بھی جیسے چاہیں اپنے فائدے میں لائیں۔یوں اللہ نے لوگوں کو فراخی سے نوازا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب یہ فراخی ملاحظہ کی تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

حزام بن ہشام اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نمائندے جار کی بندرگاہ سے غذائی سامان وصول کر کے لوگوں کو کھلاتے رہے۔اسی طرح معاویہ رضی اللہ عنہ نے شام سے سامان بھیجا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی وصولی کے لئے شام کی سرحدوں تک آدمی بھیجے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دوسرے نمائندوں کی طرح لوگوں کو آٹا کھلاتے رہے۔اونٹ ذبح کرتے رہے اور چغے لوگوں کو پہناتے رہے۔حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

☆: نهاية الأرب في فنون الادب ج 19. ص 228

نے ایسا ہی سامان عراق سے بھیجا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی وصولی کے لئے اپنے آدمیوں کو عراق کی سرحدوں کے قریب بھیجا وہ انہی علاقوں میں اونٹ ذبح کرتے اور لوگوں کو آٹا کھلاتے رہے اور چغے پہناتے رہے یہ سلسلہ یونہی جاری رہا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے یہ مصیبت رفع فرمادی اھ ☆

امام ابن الجوزی رحمہ اللہ نے ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک دن جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سنگریزوں سے بھری چادر سر کے نیچے رکھ کر مسجد میں آرام فرما رہے تھے۔ان کے کان میں کسی پکارنے والے کی یہ آواز پڑی کہ ہائے عمر ہائے عمر! حضرت عمر رضی اللہ عنہ پریشان ہو کر بیدار ہوئے اور جہاں سے آواز آ رہی تھی۔اس طرف چل دیئے دیکھا کہ ایک دیہاتی شخص اونٹ کی مہار تھامے کھڑا ہے۔لوگ اس کے ارد گرد جمع ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر لوگوں نے کہا یہ ہیں امیر المومنین ۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے مظلوم خیال کرتے ہوئے پوچھا کہ تمہیں کس نے تکلیف دی ہے۔؟اس شخص نے جواب میں چند اشعار پڑھے جن میں قحط کی شکایت کی تھی۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا دست مبارک اس کے سر پر رکھا۔ پھر ان کی چیخ نکلی ہائے عمر ہائے عمر! کیا تمہیں معلوم ہے یہ شخص کیا کہہ رہا ہے؟ یہ قحط اور خشک سالی کا ذکر کر رہا ہے اور اس کا خیال ہے کہ عمر خود کھاپی رہا ہے اور مسلمان قحط و تنگدستی میں مبتلا ہیں۔کون ہے جو ان کے پاس کھانے پینے کا سامان کھجور اور ان کی ضرورت کی چیزیں پہنچادے۔چنانچہ انصار میں سے دو آدمیوں کو روانہ کیا جن کے ساتھ غذائی سامان اور کھجور سے لدے بہت سارے اونٹ تھے جنہیں لے کر وہ دونوں یمن پہنچے اور سب کچھ تقسیم کر دیا البتہ ایک اونٹ پر تھوڑا سا سامان بچ گیا وہ انصاری بیان کرتے ہیں کہ واپسی پر جب ہم آ رہے تھے تو ہمارا گزر

☆: طبقات ابن سعد ج 3. ص 311. 310

عمر فاروق اعظم ص 340

ایک ایسے شخص پر سے ہوا جس کی ٹانگیں بھوک سے سکڑ چکی تھیں لیکن اس حال میں بھی وہ کھڑے نماز پڑھ رہا تھا۔ ہمیں دیکھ کر اس نے سلام پھیرا اور پوچھا کیا تمہارے پاس کچھ کھانے کے لئے ہوگا؟ جو کچھ ہمارے پاس بچا تھا ہم نے اس کے سامنے ڈالدیا اور اسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں بتایا اس نے کہا واللہ اگر ہمیں اللہ نے عمر کے سپرد کیا ہے تب تو ہم ہلاک ہو جائیں گے؟ یعنی اللہ ہی بچانیوالا ہے۔ اس سامان کو چھوڑ کر وہ دوبارہ نماز میں مصروف ہوا اور اپنے ہاتھ دعا کے لئے اٹھا دیے اور اس کے اٹھے ہوئے ہاتھوں کے گرنے سے پہلے ہی اللہ تعالی نے باران رحمت نازل فرمادی۔☆ا

مصیبت زدوں کو یاد رکھنا

آپ نے اندازہ لگالیا ہوگا کہ خشک سالی کتنے وسیع علاقے پر پھیلی ہوئی تھی۔ لوگ کس حد تک مفلوک الحال ہو چکے تھے اور کتنی بڑی تعداد مدینہ منورہ میں پناہ گزین ہو چکی تھی لیکن اس سب کچھ کے ہوتے ہوئے دونوں ہاتھ بلا اختیار حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عظمت کو سلام کرنے اٹھ جاتے ہیں جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ قبائل تو درکنا وہ کسی ایک گھر کو بھی اس دوران بھول نہ پائے ہر مصیبت زدہ ہر وقت ان کے ذہن میں موجود رہتا تھا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ صائم الدھر تھے۔ رمادہ کے زمانے میں افطار کے وقت روٹی اور روغن زیتون کا ثرید بنا کر ان کے سامنے پیش کیا جاتا تھا۔ ایک دن ایسا ہوا کہ کئی اونٹ ذبح کیے گئے اور لوگوں کو گوشت کھلایا گیا اور چند اچھی اچھی بوٹیاں ان کے لیے رکھی گئیں۔ جب کھانا پیش کیا گیا تو انہوں نے دیکھا کہ کوہاں اور کلیجی کی اچھی اچھی بوٹیاں برتن میں موجود ہیں فرمایا یہ کہاں سے؟ خادم نے عرض کی: امیر المؤمنین یہ ان اونٹوں کی چند بوٹیاں ہیں جو ہم نے آج ذبح کئے تھے۔ فرمایا

☆: مناقب عمر ص 75

اخبار عمر ص 112

"بَخٍ بَخٍ بِئسَ الوَالِی أنَا اِن اَکلتُ طَیِّبَهَا وَاَطعَمتُ النَّاس کَرَادِیْسَهَا"

ہائے افسوس ہائے افسوس میں بہت برا والی ہوں گا اگر اچھی چیز خود کھالوں اور ہڈیاں لوگوں کو کھلا دوں اٹھاؤ یہ برتن' کوئی اور کھانا میرے لیے لے آؤ۔ چنانچہ روٹی اور روغن زیتون لایا گیا۔ چنانچہ خود روٹی توڑ توڑ کر ثرید بنانے لگے۔ پھر فرمایا اے یرفا افسوس تمہارے اوپر۔ یہ برتن اٹھا کر ثمغ نامی مقام پر ٹھہرے ہوئے گھرانے کے لوگوں کے سامنے رکھ دو۔ کیونکہ تین دن ہوئے میں ان کے پاس نہیں جا سکا ہوں میرا خیال ہے۔ ان کے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔☆

مریضوں کی عیادت اور اموات کی تدفین

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حسب استطاعت سب لوگوں کا اتنا خیال رکھا لیکن اس کے باوجود ان میں بیماری پھوٹ پڑی اور بہت سے لوگ اس کی نذر ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے غلام اسلم کہتے ہیں کہ موت نے وبائی شکل اختیار کر لی اور میرا خیال ہے کہ پناہ گزینوں میں سے تقریبا دو تہائی لوگ موت کا شکار ہوئے اور ایک تہائی باقی رہ گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود مریضوں کی عیادت کے لئے تشریف لے جاتے اور جب کوئی مر جاتا تو اس کے لیے کفن بھیجتے اور اس کی نماز جنازہ پڑھتے تھے۔ مالک بن اوس کہتے ہیں کہ وَکَانَ یَتَعَاهَدُ مَرضَاهُم وَاَکفَانَ مَن مَاتَ مِنهُم لَقَد رَائیتُ المَوتَ وَقَعَ فِیهِم حِینَ اَکَلُوا الشُّفلَ وَکَانَ عُمَرُ یَاتِی بِنَفسِهٖ یُصَلِی عَلَیْهِم لَقَد رَأیتُهٗ صَلّٰی عَلٰی عَشرَةٍ جَمِیعًا:

☆: طبقات ابن سعد ج 3. ص 312

مناقب عمر ص 70

یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ مریضوں کی خبر گیری کیا کرتے تھے۔ مرنیوالوں کے لئے کفن کا بندوبست کرتے تھے۔ میں نے دیکھا کہ گھاس پھوس کھا کھا کر لوگ موت کا شکار ہونے لگے۔ حضرت عمر خود جا کر ان کی نماز جنازہ پڑھاتے اور میں نے تو یہ بھی دیکھا کہ ایک مرتبہ دس آدمیوں کی اجتماعی نماز جنازہ پڑھائی۔ ☆۱

راشن بندی

پہلے یہ بات عرض کی جا چکی ہے کہ جو لوگ خود حاضر ہونے کے قابل ہوتے وہ بذات خود آ کر دستر خوان خلافت پر کھانا کھالیتے اور جو حاضری سے معذور تھے جیسے خواتین بچے بوڑھے وغیرہ ان کے لیے کھانا گھروں پر بھجوادیا جاتا تھا اور بعض صورتوں میں تو ہر مہینہ یکمشت ان کا راشن بھجوادیا جاتا تھا۔ ☆۲

یہ سامان لوگوں میں اس طرح تقسیم کیا جاتا تھا کہ بقول محمد حسین ہیکل اسے زمانہ جنگ کی تقسیم غذا کے جدید نظام سے تشبیہ دی جاسکتی ہے۔ زیادہ ہوا تو زیادہ تقسیم کر دیا گیا اور کم ہوا تو کم ☆۳ راشن کی تقسیم اور لوگوں کی ضرورت پوری کرنے کے لئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ذہن میں ایک اور تجویز بھی تھی جس کا اظہار انہوں نے رمادہ کے دوران بھی فرمایا اور رمادہ کے بعد بھی۔ یہ تجویز دراصل مواخات کے اصول پر تیار کی گئی تھی لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس پر عمل درآمد کا موقع ہی نہیں آیا اور اللہ تعالیٰ نے باران رحمت کے ذریعے مصیبت ٹال دی۔ رمادہ کے زمانے میں راشن تقسیم کرتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

☆۱: طبقات ابن سعد ج 3. ص 317
عمر فاروق اعظم ص 342

☆۲: طبقات ابن سعد ج 3. ص 317
عمر فاروق اعظم ص 341

☆۳: عمر فاروق اعظم ص 341

نُطعِمُ مَا وَجدنَا اَن نُّطعِمَ فَاِن اَعوزنَا جَعلنَا مَعَ اَھلِ کُلِّ بَیتٍ مِمَّن یَجدُ عِدَّتَھُم مِمَّن لَایَجِدُ اِلٰی اَن یَّاتِی اللّٰہُ بِالحَیَا۔ ☆۱

جو کچھ ہمارے پاس موجود ہے وہ تو ہم کھلا دینگے۔ پھر اگر ہم نے کمی محسوس کی تو کچھ رکھنے والے ہر گھرانے کے ساتھ ان کی تعداد کے برابر ایسے لوگ شامل کر دینگے جو کچھ نہیں رکھتے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ بارش نازل کر دے۔

مطلب یہ کہ اگر کسی گھرانے میں چار افراد ہیں اور ان کے پاس گزارہ چلانے کے لئے غذائی مواد موجود ہو جبکہ حکومت کے پاس کچھ باقی نہ ہو تو ایسے گھرانے کے ساتھ پناہ گزینوں میں سے چار افراد شامل کر دینگے اور وہ آپس میں آدھا آدھا بانٹ لیں گے اور دونوں بچ جائیں گے کیونکہ آدھا پیٹ کھانے سے کوئی بھی ہلاک نہ ہوگا۔ ایک اور روایت کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لَولَم اَجِد لِلنَّاسِ مِنَ المَالِ مَا یَسَعُھُم اِلَّا اَن اُدخِلَ عَلٰی کُلِّ اَھلِ بَیتٍ عِدَّتَھُم فَیُقَا سِمُونَھُم اَنصَافَ بُطُونِھِم حَتّٰی یَاتِیَ اللّٰہُ بِحَیَا فَعَلتُ فَاِنَّھُم لَن یَھلَکُوا عَن اَنصَافِ بُطُونِھِم: ☆۲

اگر میرے پاس لوگوں کو دینے کے لئے کافی مال نہ ہو اور ہر گھرانے کے ساتھ ان کی اپنی تعداد کے برابر دوسرے لوگ شامل کرنا پڑیں جو کہ آپس میں آدھا پیٹ بانٹ لیں تو میں یہ بھی کر دوں گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ بارش نازل کر دے۔ کیونکہ آدھا پیٹ بانٹنے سے وہ ہلاک نہ ہونگے۔ جبکہ ایک اور روایت کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس رائے کا اظہار بارش کے نزول کے بعد کیا۔ ☆۳

☆:۱ طبقات ابن سعد ج 3. ص 316

☆:۲ طبقات ابن سعد ج 3. ص 316

☆:۳ طبقات ابن سعد ج 3. ص 316

ابن الجوزی کی روایت کے مطابق انہوں نے بارش کے نزول کے بعد فرمایا کہ شکر ہے بارش ہوئی اگر اللہ تعالی اس مصیبت کو دور نہ فرماتے تو میں وسعت رکھنے والے ہر گھرانے کے افراد کی تعداد کے مطابق فقراء ان کے ساتھ شامل کر دیتا کیونکہ جس طعام پر ایک آدمی زندہ رہ سکتا ہے اگر وہ دو آدمیوں میں تقسیم کر دیا جائے تو دونوں ہلاک نہ ہونگے۔☆۱

دفاعی صورتحال

گزشتہ صفحات سے یہ بات بخوبی واضح ہوتی ہے کہ پورا حجاز اس قحط کی لپیٹ میں تھا۔ مکہ مدینہ سے لیکر شام، عراق اور یمن کی سرحدوں تک ہر شخص متاثر تھا۔ لیکن بہتر حکمت عملی کی وجہ سے دشمنان اسلام کو یہ موقع ہی نہ ملا کہ وہ اس صورتحال سے فائدہ اٹھا سکیں۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ جزیرۃ العرب کے قحط زدہ عوام کی امداد میں مصروف تھے۔ اسی دوران انہوں نے اپنے فوجی کمانڈروں کو سخت احکام جاری کر دیئے تھے کہ جب تک وہ اپنی مدافعت پر مجبور نہ ہو جائیں دشمن سے جنگ نہ کریں۔☆۲

یہی وجہ ہے کہ ایک طرف وہ اپنی پوری توجہ مصیبت زدہ عوام کی مدد پر مرکوز کر سکے تو دوسری جانب عوام بھی دشمن کے خطرات سے مامون رہے جبکہ تیسری جانب اسلامی فوج بھی کسی ممکنہ نقصان سے محفوظ رہی۔ دشمن کے لئے یہ ایک نادر موقع تھا۔ لیکن امیر المومنین کی فراست نے دشمن کو اس صورت حال سے فائدہ اٹھانے کا موقع ہی نہیں دیا۔

☆:۱ مناقب عمر ص -71

☆:۲ عمر فاروق اعظم ص 343

سنت فاروقی

جن اقدامات کا ہم اوپر ذکر کر آئے ان کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ذات سے علیحدہ نہیں کیا جاسکتا۔ تاہم بادی النظر میں یہ وہ انتظامی اقدامات ہیں جن کا زیادہ تعلق حکومتی مشینری کے ساتھ ہے۔ لیکن رمادہ کے دوران حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بہت سارے ایسے اقدامات اُٹھائے جن کا تعلق ان کی ذات سے تھا۔ ان اقدامات پر سرسری نظر ڈالنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ماضی کی طرح اس موقع پر بھی انہوں نے اپنے مزاج کے عین موافق رخصت کو چھوڑ کر عزیمت اختیار کی۔ اگرچہ شرعاً وہ اس بات کے مکلّف نہ تھے تاہم عزیمت چھوڑ کر رخصت پر عمل کرنا ان کی نظر میں ایک مثالی قائد کے شایانِ شان نہ تھا۔ بلکہ ان کی فاروقیت تو اس وقت اور بھی نمایاں ہو جاتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ رمادہ کے دوران انہوں نے اپنے اہل وعیال اور بچوں کے معاملے میں بھی عزیمت اختیار کی۔ انتظامی صلاحیتوں کے ساتھ عزیمت کے میدان میں بھی کوئی اور شخص ان کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ اسی امتیازی وصف کی وجہ سے عزیمت پر مبنی ان کے بعض ذاتی اقدامات کو ہم یہاں سنت فاروقی کے عنوان سے ذکر کرتے ہیں۔

گھی سے پرہیز

خوراک کے سلسلے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عادت یہ تھی کہ دودھ اور گھی میں روٹی ڈال کر کھایا کرتے تھے۔ جب قحط شروع ہوا تو پھر روغن زیتون اور سرکے میں روٹی بھگو کر تناول فرمایا کرتے تھے۔ ☆1

زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ: لوگ قحط سالی کا شکار ہوئے تو

☆1: البداية والنهاية ج 7. ص 103

جولة تاريخية فى عصر الخلفاء الراشدين ص265

گھی کی قیمت بڑھ گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ عموماً گھی استعمال کرتے تھے۔لیکن جب قلت پیدا ہوئی تو فرمایا: ''لَا آکُلُهُ حَتّٰی یَأْکُلَهُ النَاسُ '' جب تک لوگوں کو کھانے کے لئے نہیں ملتا میں بھی نہیں کھاؤں گا۔☆۱ اس کا فوری سبب غالباً وہ واقعہ تھا جسے ابن سعد رحمہ اللہ نے طبقات میں ذکر کیا ہے۔لکھتے ہیں کہ رمادہ کے سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے گھی میں چُوری کی ہوئی روٹی پیش کی گئی۔آپ نے ایک بدوی کو بھی شریک طعام ہونے کے لئے کہا چنانچہ بدوی کھانے میں شریک ہوا اور جس طرف گھی تھا وہ بدوی اُس طرف سے لقمے لینے لگا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لگتا ہے تم نے کبھی گھی نہیں کھایا۔اُس شخص نے جواب دیا ہاں میں نے فلاں فلاں دن سے آج تک نہ تو گھی یا تیل خود کھایا ہے نہ کسی اور کو کھاتے دیکھا ہے۔۔۔؟ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی کہ جب تک لوگ قحط میں مبتلا ہیں وہ گھی اور گوشت کو ہاتھ نہیں لگائیں گے۔☆۲

یحییٰ بن سعد روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اہلیہ نے ان کے لئے گھی کا ایک کنستر ساٹھ درھم میں خریدا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا یہ میرے مال میں سے خریدا گیا ہے۔تمہارے دیئے گئے نفقہ سے نہیں۔یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

مَا اَنَا بِذَائِقَهُ حَتّٰی یَحیَا النَّاسُ یعنی جب تک لوگ بارانِ رحمت سے فیضیاب نہیں ہوتے میں اسے چکھنے والا نہیں۔☆۳

☆:۱ طبقات ابن سعد ج 3. ص 313

☆:۲ طبقات ابن سعد ج 3. ص 313

☆:۳ مناقب عمر رضی اللہ عنہ ص 72

گوشت سے پرہیز

زید بن اسلم اپنے والد کے حوالے سے کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رمادہ کے سال گوشت کو اپنے اوپر حرام کر دیا تھا۔ جب تک کہ لوگوں کو نہ ملے۔ ایک اور روایت سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنے اس عزم پر قائم رہے۔ (**لَمْ یَأْکُلْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ سَمْناً وَلَا سَمِیْناً حَتّٰی اَحْیَا النَّاسُ**) یعنی عمر بن الخطاب نے نہ تو گھی کھایا نہ گوشت یہاں تک کہ بارش ہوئی۔☆۱

دوسالن ایک ساتھ دستر خوان پر نہیں کھائے۔

قحط کے زمانے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کبھی ایک دستر خوان پر دو سالن نہیں کھائے وہ اسے عیاشی سمجھتے رہے کیونکہ یہ چیزیں اس طرح دوسرے لوگوں کو میسر نہ تھیں۔ ایک دفعہ ان کے سامنے گوشت پیش کیا گیا جس میں گھی بھی تھا۔ انہوں نے دونوں کے کھانے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ "**کُلٌّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا أُدْم**" ان دونوں میں سے ہر ایک (بجائے خود) ایک (مستقل) سالن ہے۔

ابو حازم نقل کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی صاحبزادی ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے تو انہوں نے ٹھنڈا شوربا اور روٹی پیش کی اور شوربے میں تیل بھی ڈال دیا۔ یہ دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ "**اُدُمَانِ فِیْ اِنَاءٍ وَّاحِدٍ**" دو سالن ایک ہی برتن میں!!! "**لَا اُذُوْقُهٗ حَتّٰی اَلْقَی اللّٰهَ**" میں اسے نہ چکھوں گا یہاں تک کہ اپنے اللہ کے سامنے پیش ہو جاؤں۔☆۲

☆:۱ طبقات ابن سعد ج 3. ص 313

☆:۲ طبقات ابن سعد ج 3. ص 319

چھنا ہوا آٹا نہیں کھایا

قحط کے زمانے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ کوشش رہی کہ موٹا پسا ہوا آٹا کھائیں اور چھنے ہوئے آٹے سے گریز کرتے رہے۔ بلکہ خادم کو ہدایات دے رکھی تھیں کہ آٹا نہ چھانا جائے یسار بن عمیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ''وَاللّٰہِ مَا نَخَلْتُ لِعُمَرَ الدَّقِیقَ قَطُّ اِلَّا وَاَنَا لَهُ عَاصٍ '' واللہ! میں نے جب کبھی عمر کے لئے آٹا چھانا تو میں نے اس معاملے میں ان کی ہدایات کی خلاف ورزی کی۔☆۱

شہد کا شربت

قحط کے زمانے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھانے کے معاملے میں تو احتیاط کرتے ہی رہے۔ گھی، گوشت الگ الگ یا ایک ساتھ کبھی نہیں کھایا۔ نہ اپنے گھر میں نہ اپنی صاحبزادی کے گھر میں لیکن اس سے بھی بڑھ کر حیران کن بات یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سخت پیاس لگی ایک شخص کے گھر میں اسی حالت میں داخل ہوکر اُس سے پانی مانگا تو انہوں نے شہد پیش کیا۔ آپ نے فرمایا ''وَاللّٰہِ لَا یَکُوْنُ فِیمَا اُحَاسَبُ بِهٖ یَوْمَ الْقِیَامَةِ''

امید ہے قیامت کے روز جن چیزوں پر میرا محاسبہ ہوگا یہ اُن میں شامل نہیں ہوگا۔☆۲

ردّی کھجوریں

رمادہ کے واقعات کے ضمن میں ابن سعد نے تین روایتیں ایسی نقل کی ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بے کار اور ردی کھجوریں کھانے میں بھی عار محسوس نہیں کی۔ اس سے اگر ایک جانب قحط کی شدت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے تو دوسری

☆:۱ طبقات ابن سعد ج 3. ص 319

☆:۲ طبقات ابن سعد ج 3. ص 319

طرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قناعت اور تواضع کا نظارہ بھی کیا جاسکتا ہے۔ کھجوروں کے وطن میں بیٹھ کر کوئی ردی کھجوریں کھائے اور وہ بھی امیر المومنین۔ بائیس لاکھ مربع میل کا حکمران۔!! ☆۱

ٹڈی کی خواہش

قحط اور خشک سالی جیسے حالات کا سامنا بہت سے ملکوں کو کرنا پڑتا ہے لیکن عموماً نچلے یا متوسط طبقے کے لوگ اس سے متاثر ہوتے ہیں اشرافیہ اور حکمران طبقہ شاذ و نادر ہی متاثر ہوتا ہے۔ یا تو اپنے مال و دولت کی وجہ سے اور یا اثر و رسوخ اور حکومت کی وجہ سے۔

جب ہم رمادہ پر نظر ڈالتے ہیں تو حاکم و محکوم دونوں متاثر ہوئے اور دونوں میں کوئی فرق نظر نہیں آیا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے (اپنے والد) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ ان کے منہ سے پانی ٹپک رہا ہے میں نے عرض کی کہ آپ کا کیا حال ہے؟ تو فرمایا: بھنے ہوئے ٹڈی کی خواہش ہے۔ ایک اور روایت کے مطابق آپ کی مجلس میں کسی نے ذکر کیا کہ رَبَذَة (نامی مقام) میں ٹڈی موجود ہے یہ سن کر آپ نے فرمایا میرا دل چاہتا ہے کہ ٹڈی کی ایک دو ٹوکریاں ہمارے پاس ہوں تو ہم بھی کھاسکیں۔

اس خواہش کی شدت کا اندازہ یوں بھی لگایا جاسکتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے برسر منبر اس کا ذکر کیا اور فرمایا: کاش ہمارے پاس ٹڈی بھرے ایک یا دو ٹوکرے ہوتے اور ہم بھی اس میں سے کچھ کھالیتے۔ ☆۲

قصر خلافت کا دسترخوان

مؤرخین نے لکھا ہے کہ رمادہ کے دوران حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کبھی گھر

☆: طبقات ابن سعد ج 3. ص 318

☆: طبقات ابن سعد ج 3. ص 318-317

کے اندر بھی کوئی پسندیدہ کھانا تناول نہیں کیا اس دوران آپ ہمیشہ وہی کھانا تناول فرماتے جو عام لوگوں کے لئے میسر تھا۔ چنانچہ بعض روایات میں نقل کیا گیا ہے کہ: وَمَا اَكَلَ عُمَرُ فِيْ بَيْتِ اَحَدٍ مِّنْ وَلَدِهٖ وَلَا بَيْتِ اَحَدٍ مِّنْ نِّسَآئِهٖ ذَوَّاقًا زَمَانَ الرَّمَادَةِ اِلَّامَايَتَعَشّٰى مَعَ النَّاسِ ''☆۱

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رمادہ کے زمانے میں نہ تو اپنے بیٹوں میں سے کسی کے گھر اور نہ ہی اپنی بیویوں میں سے کسی کے گھر کوئی پسندیدہ کھانا تناول فرمایا سوائے اس کھانے کے جو وہ رات کے وقت عام لوگوں کے ساتھ مل کر کھاتے تھے۔

ابھی چند صفحات پہلے یحیٰی بن سعد کی یہ روایت گزر چکی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اہلیہ نے ان کے لئے گھی کا ایک کنستر ساٹھ درہم میں خریدا جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نظر اس پر پڑی تو پوچھا: یہ کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: یہ میرے مال میں سے ہے۔ تمہاری طرف سے دیئے گئے نفقہ میں سے نہیں۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب تک لوگ بارش سے فیض یاب نہیں ہوتے۔ میں اسے چکھنے والا نہیں۔

" مَا اَنَا بِذَائِقِهٖ حَتّٰى يَحيَا النَّاسُ ''☆۲

عوام کے ساتھ بیٹھ کر کھانا

قحط کے دوران لوگوں کو تسلی دینے اور اُن میں صبر کا مادہ پیدا کرنے اور ان کا حوصلہ بڑھانے کی خاطر انہوں نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ عام لوگوں کے ساتھ ایک ہی دستر خوان پر بیٹھتے اور وہی کھانا تناول فرماتے جو عام لوگ کھاتے (وَكَانَ عُمَرُ يَاْكُلُ مَعَ الْقَوْمِ كَمَا يَاْكُلُوْنَ) ☆۳

یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کے ساتھ مل کر انہی کی طرح کھاتے۔

☆۱: طبقات ابن سعد ج 3. ص 317

☆۲: مناقب عمر ص 72

☆۳: طبقات ابن سعد ج 3. ص 312

عمر فاروق اعظم ص 341

پیٹ گڑگڑانا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رمادہ کے زمانے میں جس قسم کی غذا کا استعمال شروع کیا وہ ان کے مزاج کے موافق نہ تھا۔ اس لئے اس کے اندرونی وخارجی اثرات ان کی صحت پر مرتب ہونا شروع ہوئے اور یہ اثرات اتنے واضح تھے کہ دیکھنے اور پاس بیٹھنے والوں نے بھی محسوس کئے۔

رمادہ کے زمانے میں انہوں نے اپنے لئے گھی کو ممنوع قرار دیا تھا اور روغن زیتون پر گزارہ کرتے تھے جس کی وجہ سے پیٹ سے گڑگڑاہٹ سنائی دیتی تھی۔ آپ نے انگلی سے پیٹ کو دبایا اور پیٹ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمانے لگے۔ خوب گڑگڑاؤ ہمارے پاس تمہارے لئے اس کے علاوہ کوئی اور چیز ہے ہی نہیں جب تک کہ لوگوں سے یہ مصیبت ٹل نہیں جاتی۔☆۱

ایک اور موقع پر اپنے پیٹ کو مخاطب کر کے فرمایا: اے پیٹ جب تک گھی چاندی کے مول بکتا رہے گا تجھے اسی تیل کی عادت ڈالنی پڑے گی۔ آپ کے غلام اسلم کہتے ہیں کہ لوگ جب قحط کا شکار ہوئے تو گھی مہنگا ہو گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھی کھایا کرتے تھے جب اس کی قلت پیدا ہوئی تو فرمایا (لَا آكُلُهُ حَتّٰى يَأْكُلَهُ النَّاسُ) جب تک لوگوں کو کھانے کے لئے گھی نہیں ملے گا میں بھی نہیں کھاؤں گا۔ چنانچہ زیتون کا تیل استعمال کرنے لگے اور فرمایا: اے اسلم! اس کو آگ پر گرم کر کے اس کی حِدت ختم کر دو۔ چنانچہ میں ان کے لئے تیل پکایا کرتا تھا اور وہ استعمال فرماتے۔ لیکن پیٹ میں گڑگڑاہٹ ہوتی۔ آپ فرماتے: اے پیٹ خوب گڑگڑا اللہ کی قسم تمہیں گھی اس وقت تک نہیں مل سکتا جب تک عام لوگ کھا نہ لیں۔☆۲

☆:۱ الزھد ص 146

☆:۲ طبقات ابن سعد ج۳. ص 313

الزھد: ص 150

رنگ بدل گیا

قحط اور عزیمت پر مبنی اس کردار نے جلد ہی امیر المومنین کی صحت کو متاثر کرنا شروع کیا اور ہوتے ہوتے یہ اثرات اتنے واضح انداز میں ظاہر ہوئے کہ دوسرے لوگ بھی ان کا مشاہدہ کرنے لگے امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فَاسْوَدَّ لَوْنُ عمر رضی اللہ عنہ وتغیر جسمہ ''☆۱

یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا رنگ سیاہ پڑ گیا اور جسم کمزور ہونے لگا۔

ابن سعد کی روایت کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا رنگ گندمی تھا۔ البتہ رمادہ کے سال میں دیکھا گیا کہ تیل کھانے سے ان کا رنگ متغیر ہوا۔

ایک اور روایت کے مطابق عیاض بن خلیفہ کہتے ہیں کہ رمادہ کے سال میں نے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا رنگ سیاہ پڑ گیا ہے حالانکہ پہلے ان کا رنگ سفید تھا۔ ان سے پوچھا جاتا کہ یہ کس وجہ سے ہے؟ تو آپ فرماتے کہ عمر ایک عربی شخص تھا۔ گھی اور دودھ استعمال کیا کرتا تھا جب لوگ قحط کا شکار ہوئے تو اس نے یہ دونوں چیزیں اپنے اوپر حرام کر دیں۔ جس کی وجہ سے اس کا رنگ بدل گیا اس نے فاقے شروع کر دیئے اور یہ سلسلہ بڑھتا گیا۔ ☆۲

خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے بعضوں کا کہنا ہے کہ ہم نے اپنے بزرگوں سے سنا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا رنگ سفید تھا۔ جب رمادہ کا سال آیا جو کہ بھوک کا سال تھا۔ تو انہوں نے گوشت اور گھی چھوڑ کر مسلسل روغنِ زیتون استعمال کرنا شروع کیا۔ جس سے انکا رنگ بدل گیا۔ وہ سرخ وسفید تھے۔ لیکن اب سیاہ لاغر ہو گئے۔ ☆۳

☆۱: البدایة والنهایة ج 7. ص 103

☆۲: طبقات ابن سعد ج ۳ . ص 314-324)

☆۳: الاصابة فی تمییز الصحابة ج 4. ص 484

امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے تصریح کی ہے۔ کہ رمادہ کے ایام میں اس غذا سے وہ سیر نہیں ہوتے تھے☆:ا

زندگی خطرے میں پڑگئی

یہاں یہ تصور کر لینا بالکل غلط ہوگا کہ تبدیلی صرف ان کے رنگ تک محدود تھی۔ بلکہ اکثر مؤرخین نے تصریح کی ہے کہ ان کی صحت مسلسل گر رہی تھی اور اگر قحط کا یہ سلسلہ جاری رہتا تو شاید امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتے۔

اُسامہ بن زید بن اسلم اپنے دادا اسلم کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ (کُنَّا نَقُوْلُ لَوْلَمْ یَرْفَعِ اللّٰہُ الْمَحْلَ عَامَ الرَّمَادَۃِ لَظَنَنَّا اَنَّ عُمَرَ یَمُوْتُ هَمًّا بِاَمْرِ الْمُسْلِمِیْنَ) یعنی رمادہ کے سال ہم آپس میں کہا کرتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے یہ قحط ختم نہ کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ یقیناً مسلمانوں کے غم میں اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔☆۲

سواری چھوڑدی

بات صرف کھانے پینے کے معاملے میں عزیمت تک محدود نہ تھی بلکہ اب تو زندگی کے ہر معاملے میں وہ عزیمت کی انتہائی حدوں کے قریب پہنچ گئے تھے۔ یہ کہنا ہرگز مبالغہ نہ ہوگا کہ قحط نے سب سے زیادہ امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کو متاثر کیا۔ تاریخ کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ رمادہ کے ایام میں وہ ہر چھوٹے بڑے واقعے بلکہ معمول کی چیزوں کا بھی غیر معمولی انداز میں جائزہ لیا کرتے تھے اور جو بھی قدم اٹھانا ہوتا تھا اس کا آغاز اپنی ذات سے کرتے تھے۔

☆:ا البداية والنهاية ج 7. ص 103

☆:۲ طبقات ابن سعد ج 3 . ص 315
البدايه و النهاية ج 7 . ص 103
مناقب عمر ص 71
عمر فاروق اعظم ص 339

سائب بن یزید نقل کرتے ہیں کہ رمادہ کے سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک سواری پر سوار تھے جانور نے لید کی جس میں جو کے دانے تھے۔اسے دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے ''اَلْمُسْلِمُوْنَ یَمُوْتُوْنَ ھُزلاً وَھٰذِہِ الدَّابَّۃُ تَاْکُلُ الشَّعِیْرَ لَاوَاللہِ لَا اَرْکَبُھَا حتّٰی یَحْیَا النَّاسُ'' ☆۱

مسلمان بھوکوں مر رہے ہیں اور یہ جانور جو کھا رہا ہے۔نہیں اللہ کی قسم جب تک لوگ بارش سے فیض یاب نہیں ہوتے میں اس جانور پر سواری نہیں کروں گا۔

خلیفۂ وقت کا لباس:

قحط کی شدت امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کے لباس پر بھی اثر انداز ہوئی۔سائب ابن یزید فرماتے ہیں کہ رمادہ کے سال میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جسم پر تہبند دیکھا جس میں سولہ پیوند لگے ہوئے تھے۔۔۔۔۔۔۔اور اس حال میں بھی وہ یہ دعا فرمارہے تھے(اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْ ھَلَکَۃَ اُمَّۃِ مُحَمَّدٍ عَلٰی رِجْلَیَّ) ☆۲

الٰہی میری وجہ سے محمد ﷺ کی امت کو ہلاک نہ فرما۔

صاحبزادگان (خانوادۂ خلافت)

امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جو عزیمت اختیار کی۔وہ صرف ان کی ذات تک محدود نہ تھی بلکہ ان کے اہل وعیال کو بھی عزیمت کے اس امتحان سے گزرنا پڑا۔اس سلسلے میں بطور مثال دو واقعات پیش کرنے پر اکتفا کروں گا۔

امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خادمِ خاص اسلم کا کہنا ہے کہ: رمادہ کے سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عام لوگوں کو گوشت ملنے تک اُسے اپنے اوپر حرام کردیا تھا۔ان کے صاحبزادے عبید اللہ کے پاس بھیڑ یا بکری کا بچہ تھا۔جسے ذبح کرنے کے

☆:۱ طبقات ابن سعد ج 3. ص 312
الزھد ص 156
☆:۲ طبقات ابن سعد ج 3. ص 320

بعد بھوننے کے لئے تنور میں رکھا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی خوشبو محسوس ہوئی وہ اس وقت اپنے ساتھیوں کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ فرمانے لگے۔ میرا خیال نہیں کہ میرے گھر میں کوئی شخص یہ حرکت کرے گا۔ جا کر دیکھ آؤ۔ میں نے جا کر دیکھا تو اس (جانور) کو تنور میں پایا۔ عبید اللہ کہنے لگے: میرا پردہ رکھو اللہ تعالیٰ تمھاری پردہ پوشی فرمائیں گے۔ اسلم نے کہا: کہ امیر المؤمنین نے یہ جانتے ہوئے ہی مجھے بھیجا تھا کہ میں ان کے سامنے جھوٹ نہیں بولوں گا۔ اس کے بعد انہوں نے وہ ذبیحہ تنور سے نکلوایا اور لا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ کہتے ہوئے رکھدیا کہ انہیں اس کا علم نہیں تھا۔ عبید اللہ نے بتایا: کہ یہ بچہ درحقیقت ان کے بیٹے کا تھا۔ پھر میں نے خریدا۔ مجھے گوشت کی خواہش ہوتی تو میں نے ذبح کر دیا۔ ☆۱

عیسٰی بن معمر کہتے ہیں کہ رمادہ کے سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بچوں میں سے کسی کے ہاتھ میں خربوزہ دیکھا تو فرمایا: واہ واہ امیر المؤمنین (رضی اللہ عنہ) کے صاحبزادے! محمد ﷺ کی امت تو بھوک سے نڈھال ہو رہی ہے اور تم پھل کھا رہے ہو؟ یہ سن کر بچہ بھاگ نکلا اور رونے لگا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس وقت مطمئن ہوئے جب انہیں بتایا گیا کہ: یہ خربوزہ اس بچے نے مٹھی بھر گٹھلیوں کے عوض خریدا تھا۔ ☆۲

بیویوں سے کنارہ کشی

ویسے تو رمادہ کے دوران امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کا مکمل کردار عدیم المثال ہے لیکن جو واقعہ بیان کیا جا رہا ہے اس کی مثال شاید انسانی تاریخ آئندہ زمانے میں بھی پیش نہ کر سکے۔

☆:۱ طبقات ابن سعد ج 3. ص 313

☆:۲ طبقات ابن سعد ج 3. ص 315

مناقبِ عمر ص 71

صفیہ بنت ابی عبید نقل کرتی ہیں کہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے گھر کی بعض خواتین نے مجھے بتایا کہ رمادۃ کے زمانے میں غم اور پریشانی کی وجہ سے حضرت عمر اپنی کسی بیوی کے قریب نہیں گئے۔☆ا

خود سامان اٹھانا اور کھانا پکانا

اس عظیم آزمائش کے دوران حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ریاستی مشینری کو تو متحرک کرہی دیا تھا لیکن خود بھی اس دوران ایک عام مزدور کی طرح بلکہ مزدور سے بڑھ کر کام کیا۔ بجائے اس کے کہ متاثرین قحط کو اپنے پاس بلاتے خود انکے پاس چل کر تشریف لے جاتے۔ ان کے کندھوں پر بوریاں لادنے کی بجائے خود اٹھا کر لے جاتے رہے اور باورچی بن کر فاقہ زدوں کے لئے کھانا پکاتے رہے۔ صحابی رسول حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ایسا ہی ایک واقعہ نقل فرماتے ہیں۔ لیجئے آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ابن حنتمہ (حنتمہ عمر کی والدہ کا نام) پر رحم فرمائے۔ رمادہ کے سال میں نے دیکھا کہ ہاتھ میں گھی کا برتن اور پشت پر دو بوریاں لادے جا رہے ہیں۔ وہ اور اسلم اپنی اپنی باری لے رہے ہیں۔ مجھے دیکھ کر انہوں نے فرمایا ابوھریرہ کہاں سے آ رہے ہو؟ میں نے عرض کیا یہاں قریب ہی سے پھر میں نے بھی ان کی مدد کی حتی کہ ہم صرار (جگہ کا نام) پہنچے۔ وہاں تقریباً بیس گھرانوں پر مشتمل ایک گروہ تھا۔ جن کا تعلق محارب (قبیلہ) سے تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا تم لوگ کیسے یہاں آئے۔ انہوں نے کہا مصیبت کی وجہ سے اس کے بعد انہوں جانور کا بھنا ہوا چمڑا ہمارے سامنے نکال کر رکھا۔ جسے وہ کھایا کرتے تھے اور اس کے ساتھ پسی ہوئی ہڈیوں کا سفوف پھانک لیا کرتے تھے۔ میں نے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی چادر پھینک دی اور تہبند کس لیا اور ان کے لیے کھانا پکاتے

☆ا: طبقات ابن سعد ج 3. ص 315

رہے یہاں تک کہ وہ سب سیر ہو گئے۔ پھر اسلم کو مدینہ منورہ کی طرف بھیجا وہ وہاں سے اونٹ لے کر آ گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سب کو اونٹوں پر سوار کرا کر "جبّانہ" نامی مقام میں بسایا ان کو کپڑے مہیا کیئے۔ اسکے بعد بھی وہ کبھی کبھی ان کی اور دوسرے لوگوں کی خبر گیری کیلئے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے وہ مصیبت دور فرما دی ☆۱

پکانے کی تربیت دینا

رمادۃ کے زمانے میں ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک عورت کے پاس سے گزرے جو کہ عصیدۃ پکا رہی تھی (عصیدہ ایک قسم کا کھانا جو کہ گھی اور آٹا ملا کر پکایا جاتا ہے۔☆۲) آپ نے فرمایا۔ عصیدہ ایسے نہیں بنایا جاتا۔ پھر مسوط اپنے ہاتھ میں لیا (مسوط لکڑی وغیرہ کی کوئی چیز جس کے ذریعے کسی چیز کو کسی دوسری چیز میں مخلوط کیا جائے۔☆۳) اور اس کو سمجھا کر فرمایا: ایسے

ہشام بن خالد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب تک پانی خوب گرم نہ ہو جائے تم خواتین میں سے کوئی اس میں آٹا نہ ڈالے پھر پانی گرم ہو جانے کے بعد تھوڑا تھوڑا کر کے آٹا اس میں ڈالا جائے اور مسوط کے ذریعے اس کو ہلاتی جائے اسطرح کھانا زیادہ گاڑھا ہوگا اور آٹے کے ٹکڑے بھی نہیں جمیں گے۔☆۴

نماز استسقاء اور باران رحمت کا نزول

رزم ہو یا بزم' بھوک ہو یا بیماری' ہر حالت میں باب رحمت کی کشادگی کے لئے

☆:۱ طبقات ابن سعد ج 3. ص 314
تاریخ الطبری ج 4. ص 212

☆:۲ مصباح اللغات ص 555

☆:۳ مصباح اللغات ص 406

☆:۴ طبقات ابن سعد ج 3. ص 314
تاریخ الطبری ج 4. ص 212

مسلمانوں کی نظریں نبی کریم ﷺ کی طرف ہی اٹھتی تھیں :استشفاء واستسقاء کے لئے مسلمانوں نے ہمیشہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں التجا کی۔ بلکہ عہد نبوی میں جب ایک مرتبہ خشک سالی ہوئی تو کفار نے بھی بارگاہ نبوت میں دعا کے لئے درخواست کی۔ بھوک بیماری اور مشکلات انسانی زندگی کا لازمہ ہیں۔ اس لئے نبی کریم ﷺ نے امت کو ایسے طریقے سکھلائے جن پر عمل کر کے کسی بھی زمانے میں وہ رحمت الٰہی کے سزاوار ہو سکتے ہیں چنانچہ استسقاء' استشفاء بالقرآن والسنہ اور استخارہ اسلامی تعلیمات کا جزو لاینفک ہیں۔ اگر اخلاص ہو تو یہ نسخے آج بھی اسی طرح مؤثر ہیں جیسے آج سے چودہ سو برس قبل تھے۔

بارش نہ ہونے کے اسباب تو بے شمار ہو سکتے ہیں لیکن باران رحمت کے نزول وحصول کے لئے اسلام نے مسلمانوں کو ایک ہی طریقہ سکھایا ہے اور وہ ہے گناہوں سے سچّی توبہ کر کے مغفرت طلب کرتے ہوئے بارگاہ الٰہی میں نماز ودعا کے ذریعے التجاء کرنا قرآنی تصریحات اور مصطفویؐ تصدیقات کے مطابق یہ نسخہ حضرت نوح علیہ السلام کے وقت سے لے کر آج تک مجرب ہے۔

انسانی زندگی' اور اس کائنات کے اندر تدبیر وتقدیر کی کشمکش ازل سے جاری ہے اور تا قیامت ساری رہے گی۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کبھی دونوں میں توافق پیدا ہوتا ہے تو کبھی اس کی مشیت سے تخالف وجود میں آتا ہے۔ تخالف وتخالف کے اوقات اگرچہ انسان سے پوشیدہ رکھے جاتے ہیں تاہم بندۂ مومن کا کمال یہ ہے کہ تقدیر پر کامل ایمان رکھتے ہوئے تدبیر کا دامن ہاتھ سے جانے نہیں دیا کرتا۔ یہی وجہ ہے کہ بسا اوقات بندۂ مومن بقول علامہ اقبال اسیرِ تقدیر بننے کی بجائے تقدیر شکن بن جاتا ہے۔

تقدیر شکن قوت باقی ہے ابھی اس میں ناداں جسے کہتے ہیں تقدیر کا زندانی

☆: کلیات اقبال۔ بال جبریل ص 378

لیکن جب اللہ تعالی کسی چیز کے بارے میں حتمی فیصلہ فرما لیتے ہیں تو بسا اوقات انسان کے ذہن وقلب سے تدبیر کا خیال ہی نکل جاتا ہے۔اس کے اندر بھی ہزار حکمتیں اور مصلحتیں پوشیدہ ہوتی ہیں۔رمادۃ کے آغاز میں ہی اگر مسلمان نماز استسقاء ادا کرتے اور بارش ہوجاتی تو شاید مسلمان اس ابتلاء کو معمولی آزمائش سمجھ بیٹھتے۔اس دوران انہوں نے بارگاہِ رب العزت میں جس گریہ وزاری کا اظہار کیا شاید وہ نہ کر پاتے اور نماز استسقاء پر ان کے مستحکم ایمان کو جو استحکامِ مزید حاصل ہوا شاید وہ اس سے محروم رہ جاتے۔دعا تو عافیت ہی کی کرنی چاہیے۔یہی تعلیمِ نبوی ہے۔لیکن ابتلاء اگر آجائے تو بندہ مومن کیلئے اس میں بھی خیر کے پہلو نکل آتے ہیں۔(وَعَسٰی اَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ) ☆

یعنی ممکن ہے تم کسی چیز کو ناپسند کرو حالانکہ وہ تمہارے لیے بہتر ہو۔

مسلمان فتح پر فتح حاصل کرتے جارہے تھے۔لاکھوں لوگ حلقہ بگوش اسلام ہو رہے تھے۔مال غنیمت اور دولت وثروت کی فراوانی تھی۔قیصر وکسری کی مملکتیں حالت نزع میں تھیں۔وہ لوگ جن کے سامنے دنیا کی کوئی قوت ٹھہر نہ سکتی تھی۔اللہ کے ایک غیر مرئی حکم کے سامنے بے بس تھے حتی کہ تدبیر شرعی نماز استسقاء کی تفکیر سے بھی غافل تھے۔ جب تک غیبی اشارہ نہ ملا حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے زیرک انسان کے ذہن میں بھی نماز استسقاء کا خیال نہیں آیا۔چنانچہ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح کی ہے کہ

وَكَانَ عُمَرَ عَنْ ذٰلِكَ مَحْصُورًا ☆۲

یعنی عمر رضی اللہ عنہ کا اس طرف دھیان نہیں گیا۔

☆:۱ سورۃ البقرہ آیت نمبر 216

☆:۲ البدایۃ والنہایۃ ج 7. ص 104

رمادہ کا دور ابتلاء نو مہینے جاری رہا۔ مسلمانوں نے صابر ہونے کا ثبوت دیا اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آئی۔ خواب کے ذریعے تدبیر مجرب کی طرف ان کو متوجہ کیا اور دعا فوری طور پر قبول فرمائی بقول حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ گھروں تک پہنچنے سے بھی پہلے ایسی بارش ہوئی کہ وادیاں بہہ نکلیں۔☆۱

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ **وَهُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ الغَيثَ مِن بَعدِ مَا قَنَطُوا وَيَنشُرُ رَحمَتَهُ وَهُوَ الوَلِيُّ الحَمِيدُ** ☆۲ وہی تو ہے جو لوگوں کے مایوس ہو جانے کے بعد باران رحمت برساتا ہے اور اپنی رحمت پھیلا دیتا ہے۔ وہی کارساز اور قابل ستائش ہے۔

نو ماہ کے ابتلاء و آزمائش کے بعد اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آئی اور صلوٰۃ استسقاء کی طرف مسلمانوں کو توجہ دلائی گئی یہ سب کچھ خواب کے ذریعے ہوا۔ البتہ واقعات مختلف ہیں مؤرخین نے اس سلسلے میں خواب کے دو واقعات کا تذکرہ کیا ہے۔ اگرچہ مذکورہ خواب دیکھنے والے اشخاص الگ الگ ہیں تاہم ان خوابوں کا مفاد و مراد ایک ہے۔

پہلا خواب:

امام ابوبکر احمد بن الحسین البیہقی (متوفی سنہ 458ھ) نے اپنی سند سے نقل کیا ہے۔ کہ **أَصَابَ النَّاسَ قَحطٌ فِي زَمَانِ عُمَرَ بنِ الخَطَّابِ فَجَاءَ رَجُلٌ إِلَى قَبرِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ استَسقِ اللهَ لأُمَّتِكَ فَإِنَّهُم قَد هَلَكُوا فَأَتَاهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي المَنَامِ فَقَالَ ائتِ عُمَرَ فَاقرِئهُ السَّلَامَ وَأَخبِرهُ إِنَّكُم مُسقَونَ وَقُل لَهُ عَلَيكَ الكَيسَ الكَيسَ فَأَتَى الرَّجُلُ عُمَرَ فَأَخبَرَهُ فَبَكَى عُمَرُ ثُمَّ قَالَ يَا رَبِّ مَا آلُو إِلَّا مَا عَجَزتُ عَنهُ.** ☆۳

یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں لوگ قحط کا شکار ہوئے تو ایک شخص نبی

☆:۱ البدایۃ النہایۃ ج 7. ص 104

☆:۲ سورۃ الشوری آیت نمبر 28

☆:۳ دلائل النبوۃ ج 7. ص 37

کریم ﷺ کے روضہ اقدس پر آیا اور عرض کی یا رسول اللہ آپ کی امت ہلاک ہو چکی اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا فرمایئے۔ پھر اس شخص کو خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت ہوئی اور انہوں نے فرمایا۔ عمر کے پاس جاؤ اور انہیں سلام کہو اور انہیں بتاؤ کہ عنقریب تم پر بارش ہوگی اور انہیں یہ بھی بتادو کہ عقل سے کام لو عقل سے۔ وہ شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ساری بات بتادی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو پڑے پھر فرمایا۔ الٰہی میں نے تو کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ سوائے اسکے جو میں کر نہیں سکتا تھا۔ امام ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر رحمہ اللہ نے یہی روایت نقل کی ہے۔ البتہ اس میں استقاء کا واضح حکم موجود ہے۔ فرمایا کہ (ائتَ عُمَرَ فَمُرهُ اَن یَستَسقِیَ لِلنَّاسِ فَاِنَّهُم سَیُسقَون) ☆ ا

یعنی عمر کے پاس جا کر انہیں حکم دو کہ لوگوں کیلئے استقاء کا بندوبست کرے ان پر بارش ضرور ہوگی۔

اس روایت میں سلام کا ذکر نہیں البتہ روایت کا آخری جملہ دو دفعہ ذکر ہوا ہے۔ یہی روایت حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے بھی نقل کی ہے۔ اور نہ صرف یہ کہ سلام کا ذکر کیا ہے۔ بلکہ تخصیص ثابت کی ہے۔ ان کے الفاظ ہیں اِیتِ عُمَرَ فَاقرِه مِنّی السَّلَامَ ☆ ۲

عمر کے پاس جاؤ اور ان کو میری طرف سے سلام کہو۔

اگر چہ ان ساری روایات میں کہیں بھی یہ تصریح نہیں ہے کہ روضہ اطہر پر مذکورہ حاضری اور پھر خواب میں زیارت نبوی کا شرف جس صاحب کو حاصل ہوا وہ کون تھے۔ نام کی

☆:ا الاستیعاب فی معرفة الاصحاب ج 3. ص 1149

☆:۲ البدایة والنهایة ج 7. ص 105

تصریح نہ ہونے کے باوجود حافظ ابن کثیرؒ نے روایت کے آخر میں فرمایا وَهٰذَا اِسْنَادٌ صَحِيْحٌ یہ اسناد صحیح ہے۔

دوسرا خواب

خواب کا ایک اور واقعہ بھی امام طبری امام ابن الجوزی امام ابن الاثیر اور امام ابن کثیر وغیرھم نے نقل کیا ہے۔ان سب روایات کا خلاصہ اور نچوڑ یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں لوگ قحط میں مبتلا ہوئے مال مویشی لاغر ہو گئے۔ بادیہ نشینوں کے ایک قبیلے مزینہ کے ایک گھرانے کے لوگوں نے اپنے بڑے بزرگ بلال بن الحارث المزنی کے پاس جا کر کہا کہ ہم تو مرنے کے قریب ہیں تکلیف انتہاء کو پہنچ چکی ہے۔آپ ہمارے لیے کوئی بکری ذبح کر دیں۔انہوں نے کہا کہ ان بکریوں میں تو اب کچھ ہے ہی نہیں لیکن لوگ اصرار و الحاح کرتے رہے چنانچہ انہوں نے ایک بکری ذبح کر ڈالی اور جب اس کی کھال اتاری تو صرف سرخ ہڈیاں ہی مل سکیں۔ یہ دیکھ کر سردار کی چیخ نکل گئی اور کہا "یَا مُحَمَّدَاهُ" ہائے محمد! جب رات ہوئی تو اس شخص کو خواب میں دکھایا گیا کہ رسول اللہ ﷺ اس کے پاس تشریف لائے۔اور فرمایا اَبْشِر بِالْحَيَا (بِالْحَيَاة .ابن كثير) تمہیں بارش کی خوشخبری ہو۔عمر کے پاس جا کر ان کو میری طرف سے سلام کہو اور انہیں کہو کہ میں نے تو تمہیں وعدے کا سچا بات کا پکا پایا تھا۔اے عمر عقل سے کام لو۔عقل سے کام لو۔

چنانچہ وہ شخص آیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دروازے پر آ کر ان کے غلام سے کہا کہ :اِسْتَاذِن لِرَسُوْلِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ یعنی رسول اللہ ﷺ کے نمائندے کیلئے اندر جانے کی اجازت مانگو۔غلام نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر بات پہنچا دی۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھبرا گئے اور پوچھا کیا تم نے

اس نمائندے پر کوئی ظاہری مصیبت یا تکلیف دیکھی ہے۔؟ غلام نے کہا نہیں فرمایا اچھا اسے اندر لے آؤ۔ وہ شخص اندر آیا اور ساری بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بتادی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فوراً باہر تشریف لائے اور لوگوں میں منادی کرادی پھر منبر پر چڑھ کر لوگوں سے فرمایا۔ میں تمہیں اس اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں جس نے تمہیں اسلام کی ہدایت کی **هَل رَاَیتُم مِنّي شَيْئًا تَكرَهُونَه** کیا تم نے میری طرف سے کوئی ایسی بات دیکھی ہے جسے تم ناپسند کرتے ہو۔ لوگوں نے کہا ''**اللهم لا**'' نہیں اللہ گواہ ہے لیکن بات کیا ہے تب انہوں نے لوگوں کو بلال بن الحارث المزنی کی بات بتادی۔ لوگ سمجھ گئے البتہ عمر رضی اللہ عنہ اشارہ سمجھ نہیں سکے۔ لوگوں نے کہا کہ انہوں نے آپ کو استقاء میں دیر کرنے والا پایا۔ اس لئے آپ ہمیں لے کر استقاء کی نماز کا بندوبست کریں۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں منادی کرائی۔ ☆

امام طبری امام ابن الجوزی اور امام ابن کثیر نے ایک اور روایت بھی نقل کی ہے جس کے آغاز میں بکری ذبح کئے جانے کا ذکر نہیں البتہ باقی تفصیلات کم وبیش وہی ہیں جو اوپر ذکر ہوئی ہیں۔ اس روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ لوگ سخت تکلیف میں مبتلا تھے جس کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ دوسرے شہروں کے لوگوں کی طرف زیادہ متوجہ نہیں تھے۔ اس دوران بلال بن الحارث المزنی آئے اور اجازت مانگتے ہوئے عرض کیا کہ میں آپ کیلئے رسول اللہ ﷺ کا نمائندہ ہوں اور رسول اللہ ﷺ آپ سے فرمارہے ہیں کہ میں نے تمہیں عقل مند ہی پایا تھا اور تم اب بھی ایسے ہی ہو۔ پھر تمہاری یہ حالت کیسی؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے تم نے کب یہ خواب دیکھا بلال بن الحارث نے عرض کیا۔ گزشتہ شب۔

☆: تاریخ الطبری ج4. ص99
الکامل فی التاریخ ج2. ص556
البدایة و النهایة ج 7. ص 104
نهایة الارب فی فنون الادب ج 19. ص 252-251

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ باہر تشریف لے گئے اور لوگوں میں عام منادی کرائی کہ "اَلصَّلٰوةُ جَامِعَة" (حرمین شریفین میں اب بھی یہ طریقہ رائج ہے کہ کسی اہم موقع مثلاً استسقاء چاند گرہن اور سورج گرہن کے مواقع پر نماز کے لئے انہی الفاظ میں منادی کرائی جاتی ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ چونکہ ان نمازوں کے لئے آذان مشروع نہیں ہے اسلئے لوگوں کو بروقت مطلع کرنے کے لئے یہ الفاظ کہے جاتے ہیں حسن کا مطلب یہ ہے کہ نماز کے لئے جماعت کھڑی ہونیوالی ہے لوگ جمع ہو جائیں) بلکہ بعض روایات میں مذکورہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں بھی یہ طریقہ رائج تھا۔☆۱ آپ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو دو رکعتیں پڑھائیں پھر کھڑے ہوکر لوگوں سے فرمایا اے لوگو میں تمہیں اللہ کا واسطہ دیکر پوچھتا ہوں۔ هَلْ تَعْلَمُونَ مِنِّي اَمْرًا غَيْرُهُ خَيْرٌ مِنْهُ؟ کیا تم میرے بارے میں کوئی ایسی بات جانتے ہو جس کے مقابلے میں دوسری بات زیادہ بہتر ہو۔؟ لوگوں نے بیک آواز کہا واللہ نہیں آپ نے فرمایا لیکن بلال بن الحارث تو یوں اور یوں خیال کرتے ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ صَدَقَ بِلَالٌ فَاسْتَغِثْ بِاللهِ وَبِالْمُسْلِمِين: بلال نے بالکل سچ کہا آپ اللہ تعالی سے مدد مانگیں اور پھر مسلمانوں کے ذریعے بھی امام ابن الجوزی کے الفاظ یہ ہیں "فَاسْتَغَثْتَ اللهَ تَعَالٰى وَالْمُسْلِمُونَ" یعنی آپ رضی اللہ عنہ اور تمام مسلمان ملکر اللہ تعالی سے مدد (بارش) مانگیں

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نعرہ تکبیر بلند کرتے ہوئے فرمایا: اللہ اکبر مصیبت وآزمائش اپنی انتہا تک پہنچ چکی اور اب اسکے دور ہونے کا وقت آ گیا ہے۔ جب بھی لوگوں کو طلب یعنی دعا واستسقاء کی اجازت ملتی ہے تو مصیبت وآزمائش اٹھالی جاتی ہے۔☆۱ یہی مضمون ابو اسحاق الغزی نے یوں بیان کیا ہے۔

☆:۱: الشهب اللامعة في السياسة النافعة ص 184

☆:۱ تاريخ الطبری ج 4. ص 98
المنتظم ج 4. ص 250
البداية والنهاية ج 7. ص 104

اِذَا تَضَایَقَ اَمرٌ فَانتَظِر فَرَجاً
فَاضیَقُ الاَمرِ اَدنَاهُ اِلَی الفَرَجِ☆

یعنی جب کوئی معاملہ انتہائی تکلیف دہ شکل اختیار کر لیتا ہے تو پھر کشادگی کا انتظار کرو کسی معاملے کی انتہائی تنگی درحقیقت کشادگی اور راحت کے زیادہ قریب ہوتی ہے۔

ممکن ہے دونوں خواب الگ الگ اشخاص نے دیکھے ہوں اور یہ بھی ممکن ہے۔ کہ ایک ہی شخص نے یہ خواب دیکھا ہو۔ بہر حال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مصطفوی اشارہ مل گیا اور انہوں نے فوراً منادی کروا کر نماز استسقاء کا بندوبست کیا جس کی تفصیلات آرہی ہیں تاہم یہاں ایک اہم نکتہ بیان کرنا ضروری ہے اور وہ یہ کہ یہ بالکل ممکن تھا کہ اللہ تعالیٰ خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں نماز استسقاء کا خیال الہام کر دیتے یا خواب میں ان کو براہ راست اس کا حکم مل جاتا کیونکہ ملہم یا محدث تو وہ تھے ہی یہ اور اس قسم کے دوسرے امکانات موجود ہیں۔ لیکن کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک اور شخص یا اشخاص کو یہ خواب دکھلایا۔ حضور ﷺ کی زیارت کروائی اور ہدایات دیں۔

بظاہر اس کی حکمت یہی نظر آتی ہے کہ یہ بہت بڑی آزمائش تھی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انتہائی اخلاص کے ساتھ مسلمانوں کی خدمت کی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا انعام دینے کا ارادہ فرمایا اور اس خواب کے ذریعے امت کو خوش خبری دی کہ ابتلاء کا دور ختم ہونیوالا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی نظر کرم اب بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر ہے۔ رابطہ بحال ہے اور انکی وفاداری میں ذرہ برابر فرق نہیں آیا اور یہ خواب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بجائے دوسرے حضرات کو اس لیے دکھایا گیا کہ وہ امت کو اس کی اطلاع بھی دیں اور اس کے گواہ بھی بنیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دور ابتلاء کے آغاز میں تواضعاً یہ فرمایا تھا معلوم نہیں میری وجہ سے تمہارا امتحان لیا جا رہا ہے۔ ان خوابوں کے ذریعے امت کو یہ واضح پیغام دیا گیا کہ یہ قحط سالی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش تھی اس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کوئی کمزوری ہرگز شامل نہیں بلکہ وہ تو اللہ اور نبی کریم ﷺ کی نظروں میں اب بھی محترم و مکرم ہیں اور ہوشیار و ذہین شخصیت کے مالک ہیں۔

☆: صفحات من صبر العلماء ص 370. و 404

اورسب سے بڑھ کر حضور ﷺ کا یہ ارشاد کہ (ایت عُمَرَ فَاقرِئہ مِنّی السَّلاَمَ) عمر کے پاس جا کر ان کو میری طرف سے سلام کہو۔ بہت ہی اہمیت کا حامل ہے اس سے مصیبت کی اس گھڑی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جو حوصلہ اور اطمینان ملا۔ اسکا ادراک واحاطہ مشکل ہے۔ بہر حال اس غیبی اشارے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صلاۃ استسقاء کا اعلان فرمایا۔

صلاۃ استسقاء

مذکورہ بشارتوں کے بعد امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صلاۃ استسقاء کی ادائیگی کا فیصلہ فرمایا۔ اس ضمن میں انہوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے بات کی۔ اور پوچھا اے ابوالفضل چاند کے منازل میں سے کونسی منزل باقی ہے۔ انہوں نے فرمایا **عَوّاء** (یہ چاند کے منازل میں سے ایک منزل ہے) جس میں چار یا پانچ کواکب ہوتے ہیں۔ ☆۱

آپ نے پوچھا کتنے ایام باقی ہیں انہوں نے جواب دیا آٹھ دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے۔ امید ہے اللہ تعالیٰ ان ایام کے دوران خیر کا فیصلہ فرمادیں گے۔ پھر انہوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا ان شاء اللہ کل صبح نماز استسقاء کیلئے نکلیں گے۔ ☆۲

امام بخاری رحمہ اللہ کی ایک روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کوئی منفرد واقعہ نہیں بلکہ جب بھی لوگ قحط کا شکار ہوتے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو ساتھ لیکر استسقاء کیلئے نکلتے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

☆:۱ ترتیب القاموس المحیط ج 3. ص 351

☆:۲ طبقات ابن سعد ج 3. ص 321

کہ(اَنَّ عُمَرَ بنَ الخَطَّاب رضی اللہ عنہ کَانَ اِذا قحطوا استسقٰی بِالعَبَّاسِ بنِ عَبدِ المُطَّلِبِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيكَ بِنَبِيِّكَ فَتَسقِينَا وَاِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسقِنَا قَالَ فَيُسقَونَ ☆ ا

جب لوگ قحط کا شکار ہوتے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے بارش کی دعا کرتے اور فرماتے: اے اللہ ہم اپنے نبی علیہ کے وسیلے سے تجھ سے بارش طلب کیا کرتے تھے اور تو ہم پر بارش برسا دیتا تھا۔ اب ہم اپنے نبی علیہ کے چچا (حضرت عباس رضی اللہ عنہ) کو تیری بارگاہ میں وسیلہ بناتے ہیں ہم پر بارش برسا دے۔ راوی کا کہنا ہے کہ اس طرح ان پر بارانِ رحمت کا نزول ہوتا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو وسیلہ بنانے کی وجہ خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رمادہ کے موقع پر صلاۃ استسقاء کے وقت اپنے خطبے میں بیان فرمائی۔

فرمایا(اِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّم كَانَ يَرَى لِلعَبَّاسِ مَا يَرَى الوَلَدُ لِلوَالِدِ فَاقتَدُوا اَيُّهَا النَّاسُ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّم فِي عَمِّهِ العَبَّاسِ وَاتَّخِذُوهُ وَسِيلَةً اِلَى اللّٰهِ) ☆۲

بے شک رسول اللہ علیہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اُس (احترام کی) نظر سے دیکھتے تھے جس نظر سے کوئی بیٹا اپنے والد کو دیکھتا ہے اس لئے اے لوگو چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے معاملے میں رسول اللہ علیہ کی اقتدا کرو اور انہیں بارگاہ الٰہی کے لئے وسیلہ بناؤ۔ بہرحال اس موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمام لوگوں کو بھی حکم دیا کہ وہ نماز استسقاء

☆۱: صحیح البخاری . کتاب الاستسقاء باب 3 حدیث نمبر 1010
فتح الباری ج 2. ص 787

☆۲: فتح الباری ج 3. ص 632

کے لئے نکلیں اور اپنے گورنروں کو بھی لکھا کہ فلاں تاریخ کو سب کے سب نماز استقاء کے لئے نکلو بارگاہ الٰہی میں آہ وزاری کرو اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو کہ خشک سالی کو دور فرمائے۔ ☆١

مقررہ دن اور وقت پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ مقررہ مقام کیلئے نکلے حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رمادہ کے زمانے میں ایک دن (صلاۃ استسقاء کے موقع پر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو انتہائی عاجزی اور انکساری کے ساتھ بارگاہ الٰہی میں آہ وزاری کرتے ہوئے دیکھا۔ ان کے جسم پر ایک چادر تھی جو بمشکل ان کے گھٹنوں تک پہنچ رہی تھی۔ وہ با آواز بلند استغفار کر رہے تھے۔ یہاں یہ عرض کر دینا بھی ضروری ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب مسلمانوں کو لیکر صلاۃِ استسقاء کے لئے نکلے تو خصوصی طور پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر مبارک زیب تن فرمائی۔ (وَخَرَجَ لِذٰلِکَ الیَومِ عَلَیهِ بُردُ رَسُولِ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ) ☆٢ اُس دن آپ نکلے۔ تو آپ کے جسم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ردائے مبارک موجود تھی۔ آنسو انکی آنکھوں سے نکل نکل کر ان کے رخساروں پر بہہ رہے تھے اور ان کے پہلو میں دائیں جانب حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ ☆٣ اس دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو خطبہ سے قبل استسقاء کی نماز پڑھائی جس کی دونوں رکعتوں میں پانچ اور سات تکبیریں کہیں ☆٤ جبکہ بعض دیگر روایات سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ

☆:١ اخبار عمر ص 117

☆:٢ طبقات ابن سعد ج 3. ص 320

تاريخ الخلفاء . للسيوطى . ص 132

☆:٣ طبقات ابن سعد ج 3. ص 321

☆:٤ طبقات ابن سعد ج 3. ص 321

ترتیب مختلف تھی یعنی پہلے خطبہ پھر نماز ☆۱ خطبہ پہلے ہو یا نماز بہر حال دونوں میں انہوں نے اختصار سے کام لیا(فَقَامَ فَخَطَبَ فَأَوْجَزَ ،ثُمَّ صَلّیٰ رَکْعَتَیْنِ فَأَوْجَزَ) ☆۲

یعنی آپ کھڑے ہوئے ۔خطبہ دیا اور اختصار سے کام لیا۔ دو رکعت نماز پڑھائی اور ان میں بھی اختصار سے کام لیا۔

خطبہ زیادہ تر استغفار پر مشتمل تھا ابو وجزۃ السعدی اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ:۔

"رَأَیْتُ عُمَرَ خَرَجَ بِنَا اِلَی الْمُصَلّٰی یَسْتَسْقِیْ فَکَانَ اَکْثَرُ دُعَائِہِ الْاِسْتِغْفَارُ حَتّٰی قُلْتُ لَایَزِیْدُ عَلَیْہِ " ☆۳ یعنی میں نے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہمیں لے کر استسقاء کے لئے مُصَلّٰی کی طرف نکلے۔ آپکی دعا کا زیادہ تر حصہ استغفار پر مشتمل تھا۔ حتی کہ میں نے دل میں کہا کہ شاید وہ استغفار پر مزید کوئی اضافہ نہیں فرمائیں گے بعض روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ حاضرین نے انہیں اس طرف متوجہ بھی کیا (فَمَا زَادَ عَلَی الاِستِغفَارِ حَتّٰی رَجَعَ فَقَالُوا یَا اَمِیرَ المُؤمِنِینَ مَانَرَاکَ استَسقَیتَ فَقَالَ لَقَد طَلَبتُ بِمَجَادِیحِ السَّمَآءِ الَّتِی یُستَنزَلُ بِهَا المَطَرُ ثُمَّ قَرَأَ :استَغفِرُوا رَبَّکُم اِنَّهٗ کَانَ غَفَّارًا ○ یُرسِلِ السَّمَاءَ عَلَیکُم مِدرَارًا ○ ☆۴ ثُمَّ قَرَأَ (وَاَنِ استَغفِرُوا رَبَّکُم ثُمَّ تُوبُوا اِلَیهِ ☆۵

یعنی انہوں نے استغفار کے علاوہ کچھ نہیں پڑھا اور جب واپس ہوئے تو لوگوں

☆:۱: تاریخ الطبری ج 4. ص 99
طبقات ابن سعد ج 3. ص 320
الکامل فی التاریخ ج 2. ص 557
البدایہ والنهایہ ج 7. ص 104

☆:۲ تاریخ الطبری ج 4. ص 99
البدایة والنهایة ج 7. ص 104

☆:۳ طبقات ابن سعد ج 3. ص 230

☆:۴ سورۃ نوح آیات 10-11

☆:۵ سورۃ هود آیت 30

نے عرض کیایا امیر المومنین ہم نے آپ کو بارش کی دعا مانگتے نہیں دیکھا آپ نے فرمایا۔
میں نے تو اسمان کے ان ستاروں تک پہنچ کر بارش کی دعا مانگی جن کے ذریعے عموماً بارش
مانگی جاتی ہے پھر انہوں نے سورہ نوح کی آیت پڑھی کہ اپنے پروردگار سے مغفرت مانگو
بے شک وہ خوب مغفرت فرمانے والا ہے۔ تمہارے اوپر آسمان سے خوب بارش نازل
فرمائے گا۔ اسکے بعد سورہ ھود کی یہ آیت پڑھی کہ اپنے پروردگار سے بخشش مانگو پھر اسکی
بارگاہ میں توبہ کرو۔

(مَجَادِیح جمع ہے مِجدَح کی۔ مجدح اس ستارے کا نام ہے جس کے بارے میں
لوگوں کا خیال تھا کہ اس کے ظہور کے وقت بارش یقیناً ہوا کرتی ہے) ☆۱

حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ بتانا چاہتے تھے کہ بارش کا سبب استغفار ہے نہ کوئی ستارہ (جیسا کہ
عربوں کا خیال تھا) ہم نے استغفار پڑھ لی ہے اور یہی ہمارے لئے مجادیح ہے۔ واللہ اعلم۔

اسی طرح ایک اور روایت امام ابن الجوزیؒ نے نقل کی ہے۔ فرماتے ہیں۔

صَعِدَ عُمَرُ الْمِنبَرَ سَنَةَ الِاستِسقَآءِ بَعدَ مَا صَلّٰی رَکعَتَینِ تَطَوُّعًا بِالنَّاسِ وَقَالَ استَغفِرُو رَبَّکُم اِنَّهُ کَانَ غَفَّاراً ○ استَغفِرُوا رَبَّکُم ثُمَّ تُوبُوا اِلَیهِ ثُمَ نَزَلَ وَلَم یَذکُرِّاسقِنَا فَقَالُوا لِمَ لَم تَستَسقِ یَا اَمِیرَ المؤمِنِینَ فَقَالَ لَقَد دَعَوتُ بِمَخَارِجِ السَّمَآءِ الَّتِی نُسقٰی بِهَا المَطَر ☆۲

یعنی استسقاء والے سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کو دوگانہ پڑھانے کے
بعد منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا۔ اپنے پرودگار سے بخشش مانگو یقیناً وہ بہت ہی
مغفرت فرمانے والا ہے اپنے رب سے مغفرت مانگو اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرو۔ پھر منبر
سے اترے اور لفظ اسقنا (ہمارے اوپر بارش نازل فرما) نہیں کہا۔ یہ دیکھ کر لوگوں نے کہا
اے امیر المؤمنین آپ نے (صراحۃً) بارانِ رحمت کی دعا کیوں نہیں مانگی آپ نے

☆:۱ لسان العرب ج 2 ص 198

☆:۲ المنتظم ج 4. ص 251

فرمایا میں نے تو آسمان کے ان دروازوں کو کھٹکھٹایا ہے جہاں سے ہم پر بارش برسائی جاتی ہے۔ بہر حال اس دوران آپ خود اور سب حاضرین خشوع وخضوع کے ساتھ دعاؤں میں مصروف رہے۔ **فخطب الناس وتضرع وجعل الناس يلحون** ☆ ۱

یعنی آپ نے خطبہ ارشاد فرمایا اور آہ وزاری کی اس دوران دوسرے لوگ بھی آہ وزاری کرتے رہے۔

ابن سعد نے مزید تفصیل یوں بیان کی ہے کہ **فَدَعَا يَوْمَئِذٍ وَهُوَ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ رَافِعًا يَدَيْهِ إِلَى السَّمَآءِ وَعَجَّ إِلَى رَبِّهٖ فَدَعَا وَدَعَا النَّاسُ مَعَهُ** ☆ ۲

یعنی اس دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قبلہ رخ ہو کر دعا مانگی اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کئے اور اونچی آواز میں دعا مانگتے رہے اور دوسرے لوگ بھی ان کے ساتھ دعا میں شریک رہے۔ پھر سنت نبوی کے مطابق انہوں نے اپنی چادر پلٹ دی۔

رَفَعَ يَدَيْهِ مَدًّا وَحَوَّلَ رِدَآءَهٗ وَجَعَلَ الْيَمِينَ عَلَى الْيَسَارِ ثُمَّ الْيَسَارَ عَلَى الْيَمِينِ ثُمَّ مَدَّ يَدَيْهِ وَجَعَلَ يُلِحُّ فِي الدُّعَآءِ وَبَكٰى عُمَرُ بُكَاءً طَوِيلاً حَتّٰى اخْضَلَّ لِحيَتَهٗ ☆ ۳

یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دورانِ دعا اپنے دونوں ہاتھ خوب پھیلا کر اوپر اٹھا دیئے۔ اپنی چادر پلٹ دی دائیں کندھے والا حصہ بائیں کندھے پر اور پھر بائیں کندھے والا حصہ دائیں پر ڈالا۔ پھر دوبارہ ہاتھ پھیلا دیئے اور الحاح کے ساتھ دعا میں مصروف ہوئے اس دوران حضرت عمر رضی اللہ عنہ دیر تک روتے رہے حتیٰ کہ ان کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی۔

☆ ۱: اخبار عمر . ص 118
☆ ۲: طبقات ابن سعد ج 3. ص 321
☆ ۳: طبقات ابن سعد ج 3. ص 320

جس انداز سے انہوں نے دعائیں مانگیں وہ قابل دید ہے تبرکاً ان کی بعض دعائیں یہاں نقل کی جاتی ہیں۔

ثُمَّ جَثَا لِرُكْبَتَيْهِ وَقَالَ اللَّهُمَّ عَجزَت عَنَّا اَنصارُنَا وَعَجزَ عَنَّا حولُنَا وَقُوَّتُنَا وَعَجَزَتْ عَنَّاانفسنا وَلاحولَ وَلاقُوَّةَ اِلَّا بِكَ اَللّٰهُمَ فاسقِنَا وَاَحيِ العِبَادَ وَالبِلَادَ ☆ ا

یعنی پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اظہار عاجزی کے لئے گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور فرمایا اے اللہ ہمارے مددگار عاجز آ گئے ہماری طاقت وقوت جواب دے گئی ہماری جانیں بے بس ہو چکیں تیرے سوا نہ تو ہماری کوئی طاقت نہ کوئی قوت اے اللہ ہم پر باران رحمت نازل فرما اور بندوں اور زمین کو دوبارہ زندہ فرما۔

اَللّٰهُمَّ اِيَّاكَ نَعبُدُ وَاِيَّاكَ نَستَعِينُ اَللّٰهُمَّ اغفِرلَنَا وَارحَمنَا وَارضَ عَنَّا ☆ ٢

الٰہی ہم صرف تیری عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں الٰہی ہماری مغفرت فرما ہم پر رحم فرما اور ہم سے راضی ہو جا۔ جب دعا میں زیادہ الحاح اور زاری پیدا ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر اوپر اٹھایا اور فرمایا۔

☆:ا تاريخ الطبری ج 4. ص 99
الكامل فی التاريخ ج 2. ص 557
البداية والنهاية ج 7. ص 104
نهاية الأرب فی فنون الادب ج 19. ص 352

☆:٢ تاريخ الطبری ج 4. ص 99
المنتظم ج 4. ص 250

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَتَشَفَّعُ اِلَیْکَ بِعَمِّ نَبِیِّکَ اَن تُذھِبَ عَنَّا المَحلَ وَاَن تَسقِیَنَا الغَیثَ ☆ ۱

الٰہی ہم تیرے نبی ﷺ کے چچا کو تیری بارگاہ میں شفیع بنا کر لائے ہیں۔ ہم سے خشک سالی دور فرما اور باران رحمت سے ہماری مدد فرما۔ اس دوران حضرت عباس رضی اللہ عنہ ان کے پہلو میں کھڑے ہو کر کافی دیر تک دعائیں کرتے رہے اور ان کی آنکھوں سے آنسو رواں دواں رہے ☆ ۲

امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں مزید اضافہ بھی ہے۔ فرماتے ہیں

خَرَجَ عُمَرُ بِالنَّاسِ اِلَی الاِستسقَاءِ وَخَرَجَ بِالعَبَّاسِ وَبِعَبدِ اللّٰہِ فَخَطَبَ وَصَلّٰی رَکعَتَینِ فَلَمَّا قَضٰی صَلَا تَہ تَاَخَّرَ حَتّٰی کَانَ بَینَ العَبَّاسِ وَعَبدِ اللّٰہِ ثُمَّ اَخَذَ بِعَضُدِ یهِمَا وَقَالَ اَللّٰھُمَّ ھٰذَا عَمُّ نَبِیِّکَ نَتَقَرَّبُ اِلَیکَ بِہٖ ☆ ۳

یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کو ساتھ لے کر استسقاء کیلئے نکلے اور حضرت عباس اور عبداللہ رضی اللہ عنہما کو بھی ساتھ لے کر نکلے۔ خطبہ دیا اور دو رکعت نماز پڑھائی جب نماز سے فارغ ہوئے تو پیچھے ہٹ گئے اور حضرت عباس اور عبداللہ رضی اللہ عنہما کے درمیان کھڑے ہو گئے۔ پھر ان کے بازؤوں کو تھام کر فرمایا اے اللہ یہ تیرے نبی ﷺ کے عم محترم ہیں ہم ان کے وسیلے سے تیرا قرب چاہتے ہیں۔ پھر فرمایا:

☆:۱ طبقات ابن سعد ج 3. ص 321

☆:۲ طبقات ابن سعد ج 3. ص 321

☆:۳ المنتظم ج 4. ص 251

اَللّٰھُمَّ اِنّیِ قَد عَجزتُ وَمَا عِندکَ اَو سَعُ لَھُم ثُمَّ اَخذَ بِیَدِ العَبَّاسِ فَقَالَ اَللّٰھُمَّ ھٰذَا عَمُّ نَبِیّکَ ﷺ نَتَوَجَّہُ اِلَیکَ بِہٖ وَبِبَقِیَّۃِ آبَائِہٖ وَکَبِیرِ رِجَالِہٖ فَاِنَّکَ قُلتَ وَقَولُکَ الحَقُّ (وَاَمَّا الجِدَارُ فَکَانَ لِغُلامَینِ یَتِیمَینِ فِی المَدِینَۃِ وَکَانَ تَحتَہٗ کَنزٌ لَّھُمَا وَکَانَ اَبُو ھُمَا صَالِحًا☆ ۱ فَحَفِظتَھُمَا لِصَلاحِ اَبِیھِمَا فَاحفَظِ اللّٰھُمَّ نَبِیَّکَ فِی عَمِّہٖ☆ ۲

الٰہی میں تو عاجز آ گیا ہوں اور جو کچھ تیرے پاس ہے۔اس میں تیرے بندوں کیلئے زیادہ وسعت ہے۔پھر آپ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تھام لیا اور فرمایا الٰہی یہ تیرے نبی ﷺ کے عم محترم ہیں ان کو اور انکے دوسرے آباءواجداد اور بزرگوں کو ہم نے تیری بارگاہ میں حاضری کا ذریعہ بنایا ہے۔تیرا ارشاد ہے اور یقیناً تیرا ہر فرمان برحق ہے۔(اور وہ دیوار شہر کے دو یتیم بچوں کی ملکیت تھی جس کے نیچے ان کا خزانہ تھا اور ان کا باپ ایک صالح بندہ تھا)۔الٰہی ان کے باپ کی نیکی کی بدولت تو نے ان کی حفاظت فرمائی الٰہی عم محترم کے معاملے میں بھی اپنے نبی کی لاج رکھ لے۔

جب آپ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا ہاتھ اٹھایا تو اسوقت خود حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی زاروقطار رو رہے تھے۔بقول امام بن الاثیر ''(وَاَخَذَ بِیَدِ العَبَاسِ بنِ عَبدِ المُطَّلِبِ عَمِّ رَسُولِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ وَاِنَّ دُمُوعَ العَبَّاسِ لَتَتَحَادَرُ عَلٰی لِحیَتِہٖ فَقَالَ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَتَقَرَّبُ اِلَیکَ بِعَمِّ بَنِیّکَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ وَبَقِیَّۃِ آبَائِہٖ وَکُبرِ رِجَالِہٖ فَاِنَّکَ تَقُولُ وَقَولُکَ الحَقُّ (فَاَمَّا الجِدَارُ فَکَانَ لِغُلامَینِ

☆:۱ سورۃ الکھف آیت 82

☆:۲ اخبار عمر ص 117

یَتِیمَینِ فِی المَدِینَۃِ ...... الخ الکھف 18 آیت 82) فَحَفِظتَھُمَا بِصَلَاحِ آبَائِھِمَا فاحفظِ اللّٰھُمَّ نَبِیَّکَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ عَمِّہٖ فَقَدْ دَلَوْنَا بِہٖ اِلَیْکَ مُسْتَشْفِعِیْنَ مُسْتَغْفِرِیْنَ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَی النَّاسِ فَقَالَ: اسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ اِنَّہٗ کَانَ غَفَّارًا) ☆ا

یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے عم محترم حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تھام لیا۔ اس وقت حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے آنسوان کی ریش مبارک پر مسلسل گر رہے تھے پھر فرمایا: الٰہی ہم تیرے نبی ﷺ کے عم محترم اور ان کے دوسرے آباد واجداد اور بزرگوں کے ذریعے تیرا قرب چاہتے ہیں الٰہی تیرا کہنا ہے اور تیرا ہر ارشاد برحق ہے (اور وہ دیوار شہر کے دو یتیموں کی ملکیت تھی) (سورۃ الکھف 18 / آیت نمبر 82) پھر ان کے آباء کی نیکی کی وجہ سے تو نے ان دونوں کی حفاظت فرمائی۔ الٰہی عم محترم کے معاملے میں بھی اپنے نبی ﷺ کی لاج رکھ لے ہم ان کی رہنمائی و راہبری میں شفاعت و مغفرت کے طلبگار بن کر تیری بارگاہ میں حاضر ہوئے ہیں۔ پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: اپنے رب سے مغفرت مانگو یقیناً وہ بہت ہی مغفرت فرمانے والا ہے۔

امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے دعا فرمائی۔ اس وقت ان کی عمر کافی طویل ہو چکی تھی۔ آنکھوں سے آنسو رواں دواں تھے اور ریش مبارک ان کے سینے پر جھول رہی تھی۔ ان کے چند دعائیہ کلمات یہاں تبرکاً نقل کیے جاتے ہیں۔ فرمایا:

(اللّٰھُمَّ اَنْتَ الرَّاعِیْ فَلَا تُھْمِلِ الضَّالَّۃَ وَلَاتَدَعِ الکَسِیرَ بِدَارِ مُضِیعَۃٍ فَقَدْ صَرَخَ الصَّغِیْرُ وَرَقَّ الکَبِیرُ وَارتَفَعَتِ الشَّکْوٰی وَاَنتَ تَعلَمُ السِّرَّ وَ

☆ا: الکامل فی التاریخ ج 2. ص 557

نھایۃ الأرب فی فنون الادب ج 19. ص 352

أخفٰی . اَللّٰھُمَّ فَاَغنِہِم بِغِنَاکَ قَبلَ اَنْ یَّقْنَطُوْا فَیَھْلَکُوْا فَاِنَّہٗ لاَ یَیْأَسُ اِلَّا الْقَوْمُ الْکَافِرُوْنَ'' ☆١

الٰہی تو ہی نگہبان ہے بھٹکے ہوئے لوگوں کو یونہی نہ چھوڑ۔ مصیبت زدوں کو ضائع ہونے سے بچالے بے شک بچے تکلیف کی وجہ سے چیخ اُٹھے ہیں اور بزرگوں میں رقت پیدا ہوگئی ہے فریاد کی صدائیں بلند ہونے لگی ہیں اور تو ہی پوشیدہ اور خفیہ باتیں جانتا ہے۔ الٰہی اپنے فضل سے ان کی ضرورت پوری کر کے ان کو غنی بنادے قبل اس سے کہ یہ ناامید ہو کر ہلاک ہوجائیں یقیناً کافر لوگ ہی ناامید ہوا کرتے ہیں۔ اسی پر بس نہیں بلکہ روتے ہوئے مزید دعا فرمائی۔

(اَللّٰھُمَّ اِنَّہٗ لاَ یَنْزِلُ بَلاَءٌ اِلَّا بِذَنْبٍ وَلَا یُکْشَفُ اِلَّا بِتَوبَۃٍ وَقَدتَوَجَّہَ بِیَ الْقَوْمُ اِلَیکَ لِمَکَانِی مِن نَبِیِّکَ ﷺ وَ ھٰذِہٖ اَیدِینَا مَبسُوطَۃٌ اِلَیکَ بِالذُّنُوبِ وَنَوَاصِینَا بِالتَّوبَۃِ فَاسقِنَا الغَیثَ وَلَا تَجعَلنَا مِنَ القَانِطِینَ یَا اَرحَمَ الرَّاحِمِینَ اَللّٰھُمَّ اَنتَ الرَّاعِی لَاتُھمِلِ الضَّالَّۃَ وَلَا تَدَعِ الکَسِیرَ بِدَارِ مُضِیعَۃٍ فَقَد ضَرَعَ الصَّغِیرُ وَفَرَقَ الکَبِیرُ وَارتَفَعَتِ الشَّکوٰی وَاَنتَ تَعلَمُ السِّرَّ وَاَخفٰی اَللّٰھُمَّ اَغِثھُم بِغِیَاثِکَ قَبلَ اَن یَّقنَطُوا فَیَھلَکُوا فَاِنَّہٗ لَا یَیئَاسُ مِن رَّوحِکَ اِلَّا القَومُ الکَافِرُون☆٢

الٰہی جو بھی مصیبت نازل ہوتی ہے گناہوں کی وجہ سے ہوتی ہے اور توبہ سے ہی دور ہوسکتی ہے۔ تیرے نبی ﷺ کے ساتھ میرے رشتے کی وجہ سے لوگ مجھے لے کر تیری بارگاہ میں آئے ہیں۔ الٰہی ہمارے گناہ زدہ ہاتھ تیری بارگاہ میں پھیلے ہوئے ہیں اور

☆:١ الکامل فی التاریخ ج 2. ص 557

☆:٢ نھایۃ الارب فی فنون الادب ج 19. ص 352

اخبار عمر ص 118-117

ہماری پیشانیاں توبہ کے ساتھ تیری طرف جھکی ہوئی ہیں بارش کے ذریعے ہماری مدد فرما اے ارحم الرّحمین ہمیں اپنی رحمت سے مایوس لوگوں میں شامل نہ فرما الٰہی تو ہی نگہبان ہے بھولے بھٹکے لوگوں کو مزید بھٹکنے نہ دینا اور مصیبت کے شکار لوگوں کو ضائع ہونے سے بچالے۔ بچے آہ وزاری کر رہے ہیں اور بوڑھے پریشان حال ہیں تیری بارگاہ میں فریاد کی صدائیں بلند ہیں تو مستور اور خفیہ باتوں کا عالم ہے۔الٰہی اپنی طرف سے خصوصی امداد کے ذریعے انکی دادرسی فرما قبل اسکے کہ یہ لوگ مایوس ہوکر ہلاک ہوجائیں بے شک تیرے فضل سے صرف کافرلوگ ہی مایوس ہوا کرتے ہیں۔

باران رحمت کا نزول

اللہ تعالیٰ کی رحمت کے لئے تو بس بہانہ ہی چاہیے۔اتنی بڑی تعداد میں عام مسلمانوں،صحابہ کرام،مبشرین بالجنۃ،رسول اللہ ﷺ کے عم محترم اوران کے ساتھ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسی عظیم ہستیوں نے گڑگڑا کر دعائیں مانگیں اللہ تعالیٰ کی رحمت کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ بالآخر اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آئی اور وہاں کھڑے کھڑے لوگوں نے بچشم خود بادل کے ٹکڑوں کو اپنی طرف آتے دیکھا۔ مارے خوشی ایک دوسرے سے کہنے لگے: وہ دیکھو!وہ دیکھو! پھر یہ ٹکڑے باہم مل گئے قبل ازیں چار سال تک انہوں نے کبھی بادل کا ٹکڑا نہیں دیکھا تھا۔ ہوا تھم گئی پھر لوگوں نے گرج سنی اوراس میں اضافہ ہوتا گیا آسمان نے پہاڑوں جیسے بادلوں کے دھانے کھول دیئے اتنا پانی برسا کہ زمین کے نشیب وفراز برابر ہو گئے لوگ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بوسے لینے لگے اور انہیں ''ساقی الحرمین'' کا لقب دیکر مبارکباد دینے لگے۔ دیکھتے ہی دیکھتے اتنی بارش ہوئی کہ لوگوں کو واپسی کے وقت دیواروں کا سہارا لینا پڑا اوراپنے تہبند اوپر اٹھا لئے ☆۱ اور گھروں تک پہنچنے کے لئے انہیں پانی بھری ندی نالوں سے گزرنا پڑا ☆۲

☆:۱ الکامل فی التاریخ ج 2. ص 557
اخبار عمر ص 118

☆:۲ تاریخ الطبری ج 4. ص 99
المنتظم ج 4. ص 250

اس کے بعد بارش کا یہ سلسلہ کئی روز تک جاری رہا۔ ☆۱

اور پھر ہر پندرہ روز کے بعد بارش ہوتی رہی ☆۲

بارش کے بعد خانہ بدوشوں کا ایک قافلہ مدینہ منورہ پہنچا اور بتایا کہ اے امیر المؤمنین جس وقت ہم فلاں وادی سے گزر رہے تھے تو بادل کا ایک ٹکڑا ہمارے اوپر سایہ فگن ہوا اور پھر ہمیں اس بادل سے یہ صدا سنائی دی کہ: (اَتَاکَ الْغَوثُ اَبَا حَفْصٍ. اَتَاکَ الْغَوثُ اَبَاحَفْصٍ) ☆۳

یعنی اے ابوحفص مدد آ گئی اے ابوحفص تمہارے پاس مدد آ گئی)

عربوں کی تاریخ میں اور خصوصاً حجاز میں اس واقعے اور اس دن کو کافی اہمیت حاصل ہوئی۔ ابووجزۃ السعدی روایت کرتے ہیں کہ (کَانَتِ الْعَرَبُ قَدْ عَلِمَتِ الْیَوْمَ الَّذِیْ اسْتَسْقیٰ فِیْهِ عُمَرُ) ☆۴ عربوں کو وہ دن خوب معلوم ہے جس دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بارش کے لئے دعا فرمائی تھی۔

شعراء نے اپنے کلام میں خصوصی طور پر اس کا ذکر کیا۔ شاعر دربار رسالت حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں فرمایا:

سَالَ الْاِمَامُ وَقَدْ تَتَابَعَ جَدْبُنَا فَسَقَیٰ الْغَمَامُ بِغُرَّةِ الْعَبَّاسِ:

اَحْیَا الْاِلٰهُ بِهِ الْبِلَادَ فَاَصْبَحَتْ مُخْضَرَّةَ الْاَجْنَابِ بَعْدَ الْیَاسِ: ☆۵

جب خشک سالی مسلسل بڑھتی گئی تو امام وقت (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) نے بارگاہ الٰہی میں دعا فرمائی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی مبارک پیشانی کی بدولت

☆:۱ طبقات ابن سعد ج 3. ص 321

☆:۲ اخبار عمر ص 118

☆:۳ البدایة و النهایة ج 7. ص 105
کتاب مجابی الدعوة ص 28

☆:۴ طبقات ابن سعد ج 3. ص 322

☆:۵ اخبار عمر ص 118

بادل برسے۔ جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے زمین کو زندہ فرمایا اور مایوسی کے بعد دوبارہ زمین کے اطراف سرسبز وشاداب ہوگئے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی موجودگی اور ان کی دعاؤں کی وجہ سے خانوادۂ نبوت کی عزت وتکریم اور مناقب وفضائل میں مزید اضافہ ہوا۔ اسی کے بارے میں فضل بن عباس بن عتبہ بن ابی لہب فرماتے ہیں۔

الف: بِعَمِّیْ سَقَی اللّٰہُ الْحِجَازَ وَاَھْلَہٗ　　عَشِیَّۃَ یَسْتَسْقِیْ بِشَیْبَتِہٖ عُمَر

ب: تَوَجَّہَ بِالْعَبَّاسِ فِیْ الْجَدْبِ رَاغِباً　　اِلَیْہِ فَمَا رَامَ حَتّٰی نَزَلَ الْمَطَر

ج: وَفِیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ فِیْنَا تُرَاثُہٗ　　فَھَلْ فَوق ھٰذَا لِلْمُفَاخِرِ مُفْتَخَر ☆١

(الف) میرے چچا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے حجاز اور اھل حجاز پر بارانِ رحمت نازل فرمائی جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے سفید بالوں کو بارش کے لئے وسیلہ بنایا۔

(ب) وہ خشک سالی کے زمانے میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو لیکر بارگاہِ الٰہی میں دست بدعا ہوئے۔ ابھی اپنی جگہ سے ہٹے بھی نہ پائے تھے کہ بارش برسنے لگی۔

(ج) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم ہی میں سے ہیں اور ہم ہی ان کے وارث ہیں۔ کیا فخر کرنے والے کسی شخص کے لئے اس سے بڑھکر بھی کوئی بات قابلِ فخر ہوسکتی ہے۔؟

البتہ ابن العماد حنبلی (متوفی 1089ھ) نے صرف پہلے دو ابیات ذکر کئے ہیں اور نہیں فضل کی بجائے عباس بن عتبہ بن ابی لہب کی طرف منسوب کیا ہے۔

بِعَمِّیْ سَقَی اللّٰہُ الْحِجَازَ وَاَھْلَہٗ　　عَشِیَّۃَ یَسْتَسْقِیْ بِشَیْبَتِہٖ عُمَر

تَوَجَّہَ بِالْعَبَّاسِ فِیْ الْجَدْبِ رَاغِباً　　اِلَیْہِ فَمَا اَن زَالَ حتّٰی اَتَی الْمَطَر ☆٢

اسی طرح مؤرخین کی ایک بڑی تعداد نے رمادہ کی تفصیلات کو تو نظر انداز کردیا ہے لیکن حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ذریعے توسل کا تذکرہ ضرور کیا ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے۔

☆:١ الکامل فی التاریخ ج 2. ص 557 نھایۃ الارب فی فنون الادب ج 19 ص 353

☆:٢ شذرات الذھب فی اخبار من ذھب ج 1. ص 29

(تاریخ خلیفه ابن خیاط العصفری ص138

العبر فی خبر من غبر ج 1ص16

تاریخ الخلفاء للسیوطی ص 132

تتمه المختصر فی اخبار البشر ج 1ص 225

تاریخ الیعقوبی ج 2ص150

تاریخ ابن خلدون ج 2ص 554

الخلفاء الراشدون (من تاریخ الاسلام) ص68

السیرة النبویة واخبار الخلفاء (من کتاب الثقات)ص 476

مهاجرین کی واپسی

بقول محمد حسین هیکل :اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی دعا قبول فرمائی اور دھواں دار بارش کے ذریعے آسمان کے دروازے کھول دیئے پیاسی زمین دیکھتے دیکھتے سیراب ہوگئی اور اس نے اپنا خاکستری لباس اتار کر دھانی پوشاک پہن لی۔اب ان تمام عربوں کے لئے جو چاروں طرف سے آکر مدینہ میں جمع ہو گئے تھے وہاں ٹھہرنے کی کوئی وجہ نہ رہی چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود ان میں جاتے اور فرماتے: جاؤ اپنے وطن کو واپس جاؤ۔انہیں اندیشہ تھا کہ کہیں لوگ مدینہ کی زندگی کو عیش و آرام کی زندگی سمجھ کر وہیں نہ رہ پڑیں۔☆۱

بقول ابن سعد(فَلَمَّا أُحيوا قَالَ اُخرُجُوا مِنَ الْقَرْيَةِ الٰى مَا كُنْتُمْ اِعْتَدْتُمْ مِنَ الْبَرِيَّةِ فَجَعَلَ عُمَرُ يَحْمِلُ الضَّعِيفَ مِنْهُمْ حَتّٰى لَحِقُوا بِبِلَادِهِمْ)☆۲

یعنی جب بارش ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے کہا اس گاؤں

☆:۱ عمر فاروق اعظم ص 343

☆:۲ طبقات ابن سعد ج 3. ص 317.3

اخبار عمر ص 112

سے نکلو اور صحرا جہاں رہنے کے تم عادی تھے چلے جاؤ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان میں سے ضعیفوں کو خود اٹھاتے یہاں تک کہ وہ لوگ اپنے اپنے علاقوں میں چلے گئے۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مقصد کے لئے امیر المؤمنین نے چند لوگوں کو ذمہ داری سونپی تھی۔ واپس جانے والوں کو امداد اور سواری بھی مہیا کی جاتی تھی۔

زید بن اسلم اپنے والد کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ:۔(فَلَمَّا مَطَرَتْ رَأَيْتُ عُمَرَ قَدْ وَكَّلَ كُلَّ قَوْمٍ مِنْ هٰؤُلَاءِ النَّفَرِ بِنَاحِيَتِهِمْ يُخْرِجُوْنَهُمْ إِلَى الْبَادِيَةِ وَيُعْطُوْنَهُمْ قُوْتاً وَحُمْلَاناً إِلٰى بَادِيَتِهِمْ وَلَقَدْ رَأَيْتُ عُمَرَ يُخْرِجُهُمْ هُوَ بِنَفْسِهٖ قَالَ أَسْلَمُ: وَقَدْ كَانَ وَقَعَ فِيْهِمُ الْمَوْتُ فَأَرَاهُ مَاتَ ثُلُثَاهُمْ وَبَقِيَ ثُلُثٌ) ☆ یعنی جب بارش ہوئی میں نے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو انہی جگہوں کے چند آدمیوں کے سپرد کر دیا جو ان کے کھانے اور سواری کا بندوبست کر کے ان کے علاقوں میں واپس بھجوا دیتے تھے اور میں نے یہ بھی دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود انہیں نکال رہے ہیں۔ اسلم کا کہنا ہے کہ ان لوگوں میں وبا پھوٹ پڑی تھی جس کی وجہ دو تہائی لوگ مر گئے تھے اور صرف ایک تہائی باقی رہ گئے تھے۔

قحط کے بعد یہ ایک انتہائی اہم قدم تھا جو انہوں نے اٹھایا اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایسا نہ کرتے تو ایک جانب مدینہ منورہ میں ان مہاجرین کی آبادکاری حکومت کے لئے گھمبیر صورت اختیار کر جاتی اور دوسری طرف عرب کا صحرائی نظامِ زندگی متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا اور ساتھ ہی بارش کے بعد زمینوں کی دوبارہ بحالی کا کام بھی پایہ تکمیل کو نہ پہنچتا۔

☆: طبقات ابن سعد ج 3. ص 317

زکاۃ کی وصولی میں تاخیر

رمـــادہ کے زمانے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زکاۃ وعشر کی وصولی کے بارے میں انتہائی بروقت اور جرأتمندانہ فیصلے کیئے۔

پہلا فیصلہ یہ کیا کہ قحط کے زمانے میں انہوں نے کسی آدمی کو زکاۃ کی وصولی کے لئے متأثرہ علاقے میں نہیں بھیجا بلکہ جب تک قحط دور نہ ہوگیا ان کو روکے رکھا۔ جب بارش ہوئی اور لوگوں نے سکھ کا سانس لیا اور معیشت بحال ہونے لگی تو کارندوں کو وصولی کے لئے بھیجا۔ ابن سعد کی روایت کے مطابق: (اَنَّ عُمَرَ اَخَّرَ الصَّدَقَةَ عَامَ الرَّمَادَةِ فَلَمْ يَبْعَثُ السُّعَاةَ فَلَمَّا كَانَ قَابِلُ وَرَفَعَ اللّٰهُ ذَالِکَ الْجَدْبَ أَمَرَهُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا فَأَخَذُوْا عِقَالَيْنِ فَأَمَرَهُمْ اَنْ يَّقْسِمُوْا عِقَالاً وَيَقْدِمُوْا عَلَيْهِ بِعِقَالٍ)☆

یعنی رمادہ کے سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زکاۃ کی وصولی مؤخر فرمادی چنانچہ کسی کو وصولی کے لئے نہیں بھیجا اگلے سال جب اللہ تعالیٰ نے خشک سالی رفع فرمائی تو محصلین کو حکم دیا کہ وہ وصولی کے لئے نکلیں۔ چنانچہ انہوں نے دو دو حصے وصول کئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں حکم دیا کہ ایک حصہ مقامی طور پر تقسیم کیا جائے اور دوسرا حصہ اپنے ساتھ (بیت المال کے لئے) لے کر آئیں۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے وصولی اور تقسیم کے لئے مفصل ہدایات جاری کیں حوشب بن بشر الفزاری اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ رمادہ والے سال قحط نے ہمارے اموال کا صفایا کردیا تھا۔ اکثر لوگوں کے پاس کوئی قابل ذکر چیز نہیں رہی تھی۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سال محصلین نہ بھیجے البتہ اگلے سال انہیں بھیجا تو انہوں نے دو دو حصے وصول کیئے۔ ایک حصہ تقسیم کردیا اور دوسرا

☆: طبقات ابن سعد ج 3. ص 323

کتاب الأموال ص 464. 705

حصہ (بیت المال کے لئے) ساتھ لے کر آئے۔ بنوفزارہ کے پورے قبیلے کے پاس انہیں زکاۃ میں صرف ساٹھ جانور ملے جن میں سے تیس انہوں نے (مقامی طور پر) تقسیم کر دیئے اور تیس ساتھ لے کر امیر المؤمنین کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مخلصین بھیجتے وقت انہیں ہدایات دیتے کہ وہ لوگوں کے پاس ان کی جائے قیام پر جائیں (لوگوں کو تکلیف نہ دی جائے) ایک اور روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے یہ ہدایات بھی جاری کیں کہ تقسیم زکاۃ میں یہ اصول مدنظر رکھا جائے کہ زکاۃ ان لوگوں کو دی جائے جن کے پاس زیادہ سے زیادہ ایک بکری باقی رہ گئی ہو اور جن کے پاس دو بکریاں رہ گئی ہوں انہیں کچھ نہ دیا جائے۔☆

ان اقدامات کے تین فوائد حاصل ہوئے

(1) رمادہ کے ایام میں لوگوں کو سہولت، مہلت اور رعایت حاصل ہوئی اور حکومتی کارندوں یعنی محصلین کی توجہ امدادی کاموں پر مرکوز رہی۔

(2) مقامی تقسیم میں ان لوگوں کو ترجیح دی گئی جو سب سے زیادہ متاثر ہوئے تھے ان کو مقامی طور پر امداد مہیا کر دی گئی اس طرح حکومت اور عوام دونوں کا وقت اور ان کے وسائل ضائع ہونے سے بچ گئے کیونکہ اموال صدقہ کی مدینہ منورہ منتقلی اور پھر مقررہ حصہ کی واپس ان علاقوں میں منتقلی پر وقت اور سرمایہ دونوں خرچ ہوتے۔

(3) چونکہ بیت المال بالکل خالی ہو چکا تھا اور ایک بڑے اقتصادی بحران کا خطرہ موجود تھا اس لئے انہوں نے زکاۃ کی وصولی ساقط نہیں کی بلکہ مؤخر کر دی اور اگلے سال مکمل وصولی کی وجہ سے عوام کی دادرسی بھی ہوئی اور بیت المال بھی آئندہ کسی اور بحران سے نمٹنے کے قابل ہوا۔

☆: طبقات ابن سعد ج 3. ص 323
عمر فاروق اعظم ص 343
جولہ تاریخیة فی عصر الخلفاء الراشدین ص 273

باران رحمت کے بعد بھی عزیمت

باران رحمت کے نزول کے بعد لوگ اپنے اپنے علاقوں میں چلے گئے۔لوگوں نے سکھ کا سانس لیا لیکن امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے طرز زندگی میں کوئی فرق نہیں آیا۔عزیمت کا جو راستہ انہوں نے اپنے لئے پسند کیا تھا اسی پر قائم رہے۔

امام طبری رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ بازار میں دودھ اور گھی آیا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایک غلام نے دونوں چیزیں چالیس درہم میں خریدیں اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر عرض کیا اے امیر المؤمنین اللہ تعالیٰ نے آپ کی قسم پوری فرمادی اور اجر عظیم عطا فرمایا۔بازار میں کچھ گھی اور دودھ آیا تھا میں نے دونوں چیزیں چالیس درہم میں خرید لیں۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو نے مہنگی خریدیں جاؤ انہیں صدقہ (خیرات) کردو۔مجھے یہ بات ناپسند ہے کہ مسرفانہ غذا کھاؤں۔(فَاِنِّی اَکْرَہُ اَنْ اٰکُلَ اِسْرَافاً)

لیکن جو جملہ انہوں نے اس کے بعد ارشاد فرمایا وہ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے فرمایا۔(کَیْفَ یَعْنِیْنِیْ شَأنُ الرَّعِیَّۃِ اِذَالَمْ یَمْسَسْنِیْ مَا مَسَّھُمْ)☆ ا

مجھے رعیت کی حالت کا کیونکر احساس ہوسکتا ہے جب تک مجھے وہ تکلیف نہ پہنچے جو انہیں پہنچی ہے۔

اگر ہمارے حکام صاحبان اقتدار اور سیاسی و مذہبی قائدین کے دل میں یہ جذبہ موجزن ہوکر عمل میں متشکل ہوجائے تو رعایا کے مسائل کا فور ہوجائیں گے اور یہ دنیا بُقعَہ جنت کا منظر پیش کرے گی۔

☆: تاریخ الطبری ج 4. ص 98

تعطیلِ حدِّسرقہ

اب آیئے اس موضوع کی طرف جو اس مقالے کی تحریر کا سبب بنا اور وہ ہے حدِّ سرقہ کی تعطیل۔

کتب فقہ و حدیث کے مطالعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف سے یہ ایک مستقل حکم (Standing Order) تھا کہ قحط والے سال کسی چور کا ہاتھ نہ کاٹا جائے۔ (**لَا یُقْطَعُ فِیْ عِذْقٍ وَلَا عَامِ السَّنَةِ**) ☆۱

یعنی کھجور کے درخت کے بدلے میں اور قحط والے سال میں چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

امام دارالہجرۃ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ حضرت حاطب بن ابی بلتعة رضی اللہ عنہ کے غلاموں نے قبیلہ مزینہ کے ایک شخص کی اونٹنی چرا کر ذبح کر ڈالی۔ مقدمہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پیش ہوا۔ انہوں نے کثیر ابن الصلت کو حکم دیا کہ مجرموں کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا میرا خیال ہے کہ تم ان (غلاموں) کو بھوکا رکھتے ہو۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا واللہ میں تمہیں ایسا جرمانہ کروں گا جو تمہیں گراں گزرے گا۔ پھر قبیلہ مزینہ کے متعلقہ شخص سے پوچھا کہ

☆۱: مصنف عبدالرزاق ج 10. ص 242

مصنف ابن ابی شیبة ج 6. ص 527. 526

المحلی لابن حزم ج 12. ص 333

اعلام الموقعین ج 3. ص 11

موسوعة فقه عمر بن الخطاب ص 275

تمہاری اونٹنی کی قیمت کتنی ہے؟ اس نے کہا: واللہ میں نے تو چار سو درہم میں بھی نہیں بیچی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کو آٹھ سو درہم دیدو۔ ☆۱

اسی بناء پر ڈاکٹر رویعی بن راجح الرحیلی نے فقہاء حنفیہ، شافعیہ، حنابلہ اور مالکیہ کی یہ رائے نقل کی ہے کہ قحط والے سال کسی چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ جب تک کہ اس کے مستغنیٰ ہونے کا علم نہ ہوسکے۔ اگر یہ معلوم ہو جائے کہ اس کی کوئی ایسی مجبوری یا ضرورت نہ تھی جو اسے چوری پر مجبور کرتی تو پھر اسکا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ ☆۲

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے محولہ بالا قول (**لَا قَطْعَ فِي عَامِ سَنَةٍ**) کے بارے میں امام احمد رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ کیا آپ بھی یہی فتوی دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: بے شک میں ہرگز اس شخص کا ہاتھ نہیں کاٹوں گا۔ جسے ضرورت چوری پر مجبور کردے اور لوگ تکلیف اور بھوک میں مبتلا ہوں۔ امام اوزاعی رحمہ اللہ سے بھی ایسا ہی قول نقل کیا گیا ہے۔ صاحب المغنی فرماتے ہیں کہ یہ فتوی / قول اس بات پر محمول ہوگا کہ وہ شخص خریدنے کے لئے کوئی چیز نہ پائے یا اسکے پاس اتنی رقم نہ ہو جس کے ذریعے وہ کچھ خرید سکے۔ البتہ اگر اسے کھانے کو کچھ مل جائے یا خریداری کے لئے رقم مل جائے یا خریدنے کے لئے کوئی چیز مل جائے اگرچہ مہنگی ہو تو ایسے شخص کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ یہی امام شافعی رحمہ اللہ کا بھی مذہب ہے۔ ☆۳

ڈاکٹر رویعی الرحیلی لکھتے ہیں: بعض معاصرین کا خیال ہے کہ "یہ عمل (یعنی حد سرقہ کا موقوف کیا جانا) درحقیقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے نئی قانون سازی ہے

☆:۱ موطأ امام مالک ج 2. ص 748

اعلام الموقعین ج 3. ص 11

معرفة السنن والآثار ج 12. ص 425

☆:۲ فقه عمر بن الخطاب ج 1. ص 291

☆:۳ المغنی ج 12. ص 463-462

جس کی مثال شریعت میں نہیں ملتی'' یہ ایک ایسا دعوی ہے۔ جس کی کوئی بنیاد ہی نہیں کیونکہ شریعت کے قواعد اور کلیات پوری وضاحت کے ساتھ اس مسئلہ پر دلالت کرتے ہیں۔

اسکے لیے ابوداؤد کی ایک روایت سے استدلال ممکن ہے جسے انہوں نے صحیح سند کے ساتھ عبادہ بن شرحبیل سے نقل کیا ہے۔ کہ وہ فرماتے ہیں کہ قحط اور بھوک کی وجہ سے میں مدینہ منورہ کے باغات میں سے ایک باغ کی چاردیواری میں داخل ہوا۔ اور سنبلۃ لیکر اسے ہاتھوں میں مسل کر خو کھالیا اور کچھ اپنے کپڑے میں لے کر چل پڑا۔ اتنے میں باغ کا مالک آیا مجھے مارا۔ اور میرا کپڑا لے کر نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور سا مان ماجرا سنایا حضور ﷺ نے فرمایا: **مَا عَلَّمْتَ اِذْ كَانَ جَاهِلاً وَلاَ أَطعَمتَ اِذْ كَانَ جَائِعًا اَو سَاغِبًا)** اگر یہ جاہل تھا تو تم نے اسے سمجھایا نہیں اور اگر بھوکا تھا تو کھلایا نہیں ۔ پھر آپ ﷺ نے حکم دیا تو اس نے میرا کپڑا واپس کر دیا۔ اور مجھے ڈیڑھ وسق طعام بھی دیدیا۔☆۱

حقیقت تو یہ ہے۔ کہ ایسی حالت اضطراری ہوتی ہے۔ اور اضطرار ایسا شبہ ہے۔ جسکی وجہ سے حد کو ساقط کیا جاسکتا ہے۔ ضرورت کے وقت دوسروں کے مال سے بلا اجازت بقدر حاجت کچھ کھالینا جائز ہے تا کہ ہلاکت کو ٹالا جا سکے۔☆۲

بھوک مٹانے یا مہلک پیاس کو دفع کرنے کیلیئے اگر کوئی چوری کرلے تو اس پر کوئی عقاب نہیں کیونکہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے۔ (**فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیــــہ** ۔☆۳ یعنی حالت اضطرار میں اگر کوئی حرام چیز کھالے تو اس پر کوئی گناہ نہیں

☆:۱ سنن ابی داؤد کتاب الجهاد باب دوم حدیث 37
فقه عمر بن الخطاب ج 1. ص 292. 291

☆:۲ المبسوط ج 9. ص 140

☆:۳ سورة البقره آیت 137

بشرطیکہ بغاوت کا جذبہ نہ ہو اور حد سے تجاوز نہ کرے۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔(**لاَ قَطعَ فِی زَمَنِ المَجَاعَةِ** ☆۱

یعنی قحط کے زمانے میں چوری پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔فتاویٰ عالمگیری میں بھی یہ تصریح موجود ہے۔کہ اگر ایک نے دوسرے سے طعام چرایا حلانکہ ایسے سال میں چرایا کہ قحط ہے تو اسکی چوری سے ہاتھ نہیں کاٹا جائیگا خواہ ایسا طعام ہو کہ جلد بگڑ جاتا ہو یا جلد نہ بگڑتا ہو۔خواہ محرز ہو یا نہ ہو۔☆۲ مزید تفصیل کے لئے دیکھیے۔☆۳

یہ موضوع اتنا ہی عظیم ہے جتنی عظیم خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شخصیت ہے۔

اس پر مزید بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے اور دل بھی یہی چاہتا ہے کہ ہر ایک ذیلی عنوان کو مزید پھیلا دیا جائے۔ مجھے اپنی بے بضاعتی کا تو خیر اعتراف ہے ہی لیکن یہ کہنا شاید مبنی بر مبالغہ نہ ہو کہ امت مسلمہ تا قیامت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مقروض رہیگی۔

رمادہ کے واقعات کا ذکر کرتے ہوئے محمد حسین ہیکل نے جن احساسات اور جذبات کا اظہار کیا ہے۔میں سمجھتا ہوں ہر مسلمان انہی احساسات و جذبات کا حامل ہے اور ہمارے حالات کا تقاضا بھی یہی ہے۔میں انہی کے اقتباسات اختتامیہ کے طور پر نقل کرتا ہوں۔لکھتے ہیں:۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود کیا کریں اور ان بھوکوں کا پیٹ کس طرح بھریں؟ بیت المال ان کے ہاتھ میں تھا اور ان کے عراق و شام کے عُمال بس اتنا ہی سامان غذا بھیج سکتے تھے جو قحط سے پہلے کی عام معیشتی زندگی کو سنبھال سکتا پھر اگر وہ چاہتے تو بجا

☆:۱ المبسوط ج 9. ص 114
تاریخ بغداد ج 6. ص 261
اخبار اصبہان ج 1. ص 319 بلفظ (لاَ قَطعَ فِی زَمَنِ مَجَاعَةٍ)
كلهم عن ابی امامة رضی الله عنه

☆:۲ فتاوی عالمگیری ج 3. ص 312

☆:۳ الموسوعة الفقهية ج 4. ص 299-298

طور پر یہ عذر کر سکتے تھے کہ خلافت کی اہم ذمہ داریاں انہیں اس بات کی اجازت نہیں دیتیں کہ وہ مزید ذمہ داری قبول کر کے جان پر ستم کھیلیں اور اسے تمام مسلمانوں کی نگرانی وسرپرستی کے بوجھ تلے دبا دیں۔ لیکن اس موقع پر جو طرز عملاً نہوں نے اختیار فرمایا وہ ایک ایسی روشن مثال ہے جس سے واقف ہونا اور جسکی تقلید کرنا ہر اس شخص کا فرض ہے۔ جسکے ہاتھ میں قوم کی باگ ڈور ہو۔ یہ حکمت ودانائی بجائے خود عظیم وجلیل ہے لیکن اسکی عظمت وجلالت اسوقت اور بڑھ جاتی ہے جب اس کا صدور ایک ایسی ذات سے ہوتا ہے جس میں ان دنوں کسریٰ اور قیصر دونوں کے ملک جمع ہو گئے تھے۔ وہ ملک جنکی فرمانروائی مسلمانوں کیلیے صرف ایران وروم ہی نہیں بلکہ تمام دنیا کے مقابلے میں میں فخر وامتیاز کا نشان تھی۔ عراق وشام اور انکی راحتیں اور آسائش حضرت عمر رضی اللہ عنہ کیلئے تھیں اور ایران کی جو راحت اور شام کی جو آسائش فاروق اعظم چاہتے اپنے لیے مخصوص کر سکتے تھے۔ لیکن وہ راحت وآسائش کو دنیوی چیز اور آرام وتن آسانی کو سرمایہ گمراہی سمجھتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے آخرت کی بھلائی اور اللہ تعالی کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے انہیں ٹھکرا دیا۔

وہ امیر المؤمنین تھے لیکن پھر بھی ان کا یہ خیال تھا کہ وہ عوام کی تکلیف کا اندازہ نہیں کر سکتے تاوقت یہ کہ ان کی اکثریت کی طرح غربت وناداری کے مصائب جھیل کر جلد سے جلد اس ابتلاء کو دور کرنے کی کوشش نہ کریں۔ ''عام الرمادۃ'' میں لوگوں نے انہیں دیکھا کہ ان کا رنگ سیاہ پڑ گیا ہے حالانکہ وہ سرخ وسفید تھے۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ گھی دودھ اور گوشت ان کی غذا تھی۔ لیکن جب لوگ قحط میں مبتلا ہوئے تو انہوں نے یہ تمام چیزیں اپنے اوپر حرام کر لیں اور صرف روغن زیتون سے روٹی کھانے لگے۔ انہوں نے کثرت سے فاقے کرنے شروع کر دیئے۔ یہاں تک کہ جن لوگوں نے ان کی یہ حالت دیکھی تھی۔ وہ کہتے تھے۔ اگر اللہ تعالیٰ عام الرمادۃ کا قحط دور نہ فرماتے تو ہمارا خیال

ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے غم میں جان دیدیتے۔☆

مناسب ہے کہ ہم اس موقع پر تھوڑی دیر کے لئے توقف کریں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سیاست کو دیکھیں جو اس قحط کے زمانے میں جس سے انہیں اور ان کی قوم کو سابقہ پڑا ان کی خدمات سے ظاہر ہوئی ہے۔اس سے ہماری مراد استعجاب واحترام کے ان جذبات کا احترام نہیں ہے جو ان خدمات کے پیش نظر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے دل میں پیدا ہوئے ہیں بلکہ ہم ان خدمات کے آئینے میں حکومت کی اس تصویر کے اجمالی خطوط دیکھنا چاہتے ہیں جو اس شخص کے ذہن میں مرتسم تھی۔ جسے قضا وقدر نے اس مقصد کے لئے مخصوص فرمایا تھا کہ وہ اسلامی معاشرے میں نظام حکومت کو تفصیلی رنگ دینے کا سب سے پہلے آغاز کرے۔ان خدمات واعمال میں جو چیز سب سے زیادہ نظر کو اپنی طرف کھینچتی ہے وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ذمہ داریاں قبول کرنا اور اپنی جان کو مورد ستم بنانا ہے۔انہوں نے اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی نعمتوں سے روگرداں ہونے کے لئے اپنے اوپر یہ بوجھ نہیں لادا تھا کہ اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔ یہ وہ اس لئے کرتے تھے کہ ان کا شعور غریبوں' کمزوروں اور محتاجوں کے شعور سے ہم آہنگ ہو جائے۔ان کا ارشاد ہے۔ جب تک میں خود لوگوں کی مصیبت میں شریک نہ ہوں گا مجھے ان کی تکلیف کا کیسے اندازہ ہوگا؟ اس لئے وہ اپنے آپ کو ان محتاجوں کی سطح پر لے آئے تھے جنہیں زندگی برقرار رکھنے کیلئے صرف انہی کا دسترخوان میسر آتا تھا جس پر وہ دوسرے ہزاروں بھوکوں کے ساتھ بیٹھتے تھے چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے ہمراہ کھانا کھاتے تھے اور اپنے گھر میں کھانا کھانے پر رضامند نہ ہوتے تھے تاکہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ وہ اپنے لیے ایسی چیز پسند کرتے ہیں جو ان کی قوم کے فاقہ زدوں کو میسر نہیں۔اپنے اس عمل سے ان کے دو اہم مقصد تھے۔ ایک تو یہ کہ انہیں لوگوں کے دکھ درد کا احساس

☆: عمر فاروق اعظم ص 339-338

ہو جائے تا کہ وہ ان سے ہمدردی اور ان کی تکلیفیں دور کرنے کے سلسلے میں سعی وعمل کی رفتار تیز کر دیں اور دوسرا یہ کہ عوام کو اطمینان حاصل ہو جائے کہ امیر المؤمنین مصائب و شدائد میں ہمارے برابر کے شریک ہیں اور ان کے جذبات مشتعل نہ ہوں بلکہ وہ ہر تکلیف واذیت پر راضی بہ رضا رہیں کہ مملکت کا سب سے بڑا آدمی اس ابتلاء میں ان کا ساتھ دے رہا ہے اور ان دونوں مقاصد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اتنے کامیاب رہے کہ کسی قوم کا کوئی فرمان روا اس کی مثال پیش نہیں کرسکتا۔☆

☆: عمر فاروق اعظم ص 344-343

مآخذ ومراجع:

(1)**القرآن الکریم**

(2)**صحیح بخاری** :ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری (المتوفی سنہ 256ھ)بترقیم محمد فؤاد عبد الباقی المکتبۃ الاسلامیہ'استانبول ترکیا

(3)**فتح الباری شرح صحیح البخاری** :الامام الحافظ أحمد بن علی بن حجر العسقلانی (المتوفی سنہ 852ھ)تعلیق الشیخ عبدالعزیز بن عبد اللہ بن بازرحمہ اللہ وترقیم محمد فؤاد عبد الباقی مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان(طبع اوّل1989)

(4)**صحیح مسلم** :الامام ابو الحسین مسلم بن الحجاج النیسابوری (المتوفی سنہ 261ھ) بترقیم محمد فؤاد عبد الباقی المکتبۃ الاسلامیۃ استانبول ترکیا.

(5)**المستدرک علی الصحیحین**:الامام الحافظ ابو عبد اللہ الحاکم النیسابوری (المتوفی سنہ 405ھ) باشراف یوسف عبد الرحمان المرعشلی.دارالمعرفۃ بیروت لبنان

(6)**صحیح ابن حبان بترتیب ابن بلبان** :الامیر علاؤالدین علی بن بلبان الفارسی (المتوفی سنہ 739ھ)مؤسسۃ الرسالۃ بیروت لبنان

(7)**موارد الظمآن إلی زوائد ابن حبان**:الحافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی (المتوفی سنہ 807ھ) تحقیق شعیب الارنؤوط

ومحمد رضوان العرقسوسی طبع اول سنه 1993مطبوعه مؤسسة الرساله بیروت لبنان

(8)**الموطأ**:امام مالک بن أنس مطبوعه دار احیاء التراث العربی' بیروت لبنان(تحقیق محمد فواد عبد الباقی)(سنه1307ھ'سنه1985)

(9)**سنن ابی داؤد**:الامام ابو داود سلیمان بن الاشعث السجستانی (المتوفی سنه 275ھ) ضبط وتعلیق محمد محی الدین عبد الحمیدمطبوعه داراحیاء التراث العربی بیروت لبنان

(10)**سنن الترمذی** :الامام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورة الترمذی (المتوفی سنه279ھ) شرکة مکتبة ومطبعة مصطفیٰ البابی الحلبی وأولاده بمصر (طبع دوم سنه 1978)

(11) **سنن النسائی**: الامام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب النسائی (المتوفی 303ھ) طبعة دار المعرفة بیروت 1994م

(12)**سنن ابن ماجه** :الحافظ ابو عبد الله محمد بن یزید القزوینی (المتوفی سنه 275ھ) تحقیق محمد فؤاد عبد الباقی. مطبوعه الکمتبة الاسلامیة استانبول ترکیا.

(13)**سنن الدارمی** :الامام ابو محمد عبد الله بن عبد الرحمان الدارمی (المتوفی سنه225ھ) تحقیق ڈاکٹر مصطفی ادیب البغا طبع اول سنه 1991ء مطبوعه دارالقلم بیروت ودمشق

(14)**کتاب السنة** :الحافظ ابوبکر عمروبن ابی عاصم الضحاک بن مخلدالشیبانی (المتوفی سنه 287ھ) تحقیق محمدناصر الدین الالبانی المکتب الاسلامی بیروت ودمشق طبع دوم1985

(15)**السنن الکبری** :الامام ابوبکر احمدبن الحسین بن علی البیهقی (المتوفی سنه458ھ) مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت لبنان

(16)**معرفة السنن والاثار** :الامام ابوبکر احمد بن الحسین البیهقی (المتوفی سنه458ھ)تحقیق الدکتور عبد المعطی امین قلعجی طبع اول سنه1411ھ مطبوعه دارقتیبة دمشق وبیروت.

(17)**شرح السنه** :الامام حسین بن مسعود البغوی.(المتوفی سنه516ھ) تحقیق شعیب الارنؤوط طبع دوم سنه 1983مطبوعه المکتب الاسلامی بیروت ودمشق.

(18)**المسند**:الامام عبد الله بن الزبیر الحمیدی (المتوفی سنه 219ھ) تحقیق حبیب الرحمان الاعظمی مطبوعه عالم الکتب بیروت

(19)**مسند احمد بن حنبل** :الامام ابو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل (المتوفی سنه241ھ)مطبوعه دارالفکر العربی بیروت لبنان

(20)**منحة المعبود فی ترتیب مسندابی داؤد الطیالسی** :ترتیب احمد بن عبد الرحمن البنا الساعاتی طبع دوم سنه1400ھ المکتبة الاسلامیه بیروت لبنان

(21)**المصنّف**:ابوبکر عبد الرزاق بن همام الصنعانی (المتوفی 211ھ)(تحقیق حبیب الرحمن اعظمی)مطبوعه المکتب الاسلامی بیروت لبنان (طبع دوم سنه1983)

(22)**المصنف فی الاحادیث والاثار**)الحافظ عبد الله بن محمد بن ابی شیبة الکوفی العبسی (المتوفی سنه 235ھ) تحقیق سعید محمد

اللحام مطبوعه دار الفکر بیروت 1409ھ 1989

(23) **المعجم الاوسط** :الامام ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی (المتوفی سنه360ھ) تحقیق ڈاکٹر محمود الطحان طبع اول 1985مطبوعه مکتبه المعارف الریاض.سعودی عرب

(24) **المعجم الکبیر**:الامام ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی (المتوفی 360ھ) تحقیق حمدی عبدالمجید سلفی داراحیاء التراث العربی بیروت لبنان سنه 1984ء.

(25) **تحفة الاشراف بمعرفة الاطراف**: الامام الحافظ جمال الدین ابو الحجاج یوسف بن الزکی عبد الرحمان بن یوسف المزی (المتوفی سنه 742ھ) مطبوعه الدار القیمة .بھیونڈی .بمبائی .ھند سنه1974

(26) **مجمع الزوائد ومنبع الفوائد**)الحافظ نور الدین علی بن ابی بکر الھیثمی (المتوفی سنه807ھ) دارالکتاب العربی بیروت لبنان طبع سوم1982ء

(27) **جامع الاحادیث الجامع الصغیر وز وائده والجامع الکبیر**)الحافظ جلال الدین عبد الرحمان بن ابی بکرا لسیوطی (المتوفی سنه 911ھ) تحقیق عباس احمد صقرو احمد عبد الجواد (مطبوعه سنه1414ھ)

(28) **کنزل العمال :** فی سنن الأقوال والافعال . علامه علاؤالدین علی المتقی (المتوفی 975ھ) مطبوعه مؤسسة الرساله بیروت لبنان طبع 1979 تعلیق وضبط الشیخ بکری حیانی والشیخ صفوة السقا

(29)**كشف الخفاء ومزيل الالباس عمااشتهر من الاحاديث على السنة الناس**)الشيخ اسماعيل بن محمد العجلونى (المتوفى سنه1162ھ) طبع ثالث سنه1351ھ بيروت لبنان.

(30)**عمل اليوم والليلة** :الامام احمد بن شعيب النسائى (المتوفى سنه 303ھ) تحقيق ڈاکٹر فاروق حمادة طبع دوم 1985مطبوعه مؤسسة الرساله بيروت لبنان

(31)**عمل اليوم والليلة** :ابوبكرأحمدبن محمد بن اسحاق السىّ الحافظ الدينورى تعليق عبدالله حجاج ' طبع سوم سنه 1984مطبوعه دارالجيل بيروت

(32)**الزهد**:الامام ابو عبد اللهأحمد بن حنبل (المتوفى سنه241ھ) طبع اول سنة 1987ء مطبوعه دارالريان للتراث.القاهره.

(33)**كتاب الرقة** :الامام موفق الدين ابو محمد عبد الله بن احمد بن قدامه المقدسى (المتوفى سنه 620ھ) تحقيق مسعد عبدالحميد محمد السعدنى .طبع اول سنه 1994مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت لبنان

(34)**كتاب مجابى الدعوة** الحافظ ابوبكر عبد الله بن محمدبن ابى الدنيا (المتوفى سنه281ھ) مطبوعه الدار القيمه 'بهيونڈى'بمبئى 'هندوستان(طبع اوّل1972ء)

(35)**كتاب الدعاء** :الامام ابوالقاسم سليمان بن احمد الطبرانى (المتوفى سنه 360ھ) تحقيق مصطفى عبدالقادر عطا طبع اوّل سنه1993ھ مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت لبنان

(36)**علل الحدیث** :الامام ابو محمدعبد الرحمان بن ابی حاتم الرازی المتوفی سنه327ھ مطبوعه مکتبة المثنی بغداد.العراق

(37)**کتاب معرفة علوم الحدیث** :الامام الحاکم ابوعبد الله محمد بن عبد الله النیسابوری (المتوفی.405ھ) مطبوعه دار احیاء العلوم بیروت لبنان سنة 1986

السیرة النبویة

(38)**کتاب السیر والمغازی** :محمد بن اسحاق بن یسار (المتوفی سنه151ھ) تحقیق ڈاکٹر سهیل زکار طبع اول سنه1978 دارالفکربیروت لبنان

(39)**سیرة ابن هشام** :(ابو محمد عبد الملک بن هشام المعافری (المتوفی سنه 213ھ) تعلیق طه عبد الروف سعد مکتبة الکلیات الازهریة القاهرة)

(40)**السیرة النبویه وأخبار الخلفاء من کتاب الثقات**:الامام ابو حاتم محمد بن حبان البستی (المتوفی سنه354ھ) تعلیق السید عزیر بک.طبع اول سنه 1987مطبوعه مؤسسة الکتب الثقافیة بیروت لبنان

(41)**دلائل النبوه** :ابونعیم احمد بن عبد اللهالاصفهانی (المتوفی سنه430ھ) طبع سنه1977ء

(42)**دلائل النبوه ومعرفة احوال صاحب**

الشریعة) ابوبکر احمد بن الحسین البیهقی (المتوفی سنه458ھ)
تحقیق الدکتور عبد المعطی قلعجی مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت
لبنان (طبع اوّل 1985ء)
(43)**عیون الاثر فی المغازی والشمائل والسیر**: فتح الدین
ابو الفتح محمدبن محمد بن محمد بن عبد اللہ بن محمد ابن یحیٰ بن
سید الناس الشافعی الاندلسی المصری.(المتوفی سنه 734ھ) تحقیق
لجنة احیاء التراث العربی مطبوعه دارالافاق الجدیده بیروت لبنان طبع
سوم سنه1982
(44)**السیرة النبویه من کتاب تاریخ الاسلام** :الامام شمس
الدین محمد بن احمدبن عثمان الذهبی (المتوفی سنه 748ھ) تحقیق
حسام الدین القدسی.طبع دوم سنه 1982مطبوعه دارالکتب العلمیه
بیروت نبنان
(45)**المواهب اللدنیة بالمنح المحمدیه**:العلامة احمد بن
محمد القسطلانی (المتوفی سنه 923ھ) تحقیق صالح احمد الشامی
طبع اول سنه1991المکتب الاسلامی بیروت ودمشق وعمان
(46)**کتاب فضائل الصحابة**:الامام ابو عبداللہ احمد بن محمد بن
حنبل (المتوفی سنه 241ھ) تحقیق وصی اللہ محمد عباس طبع اول
سنه1983مؤسسة الرساله.بیروت .لبنان.
(47)**الاستیعاب فی معرفة الاصحاب**(ابو عمر یوسف بن
عبد اللہ بن محمد بن عبد البر النمری القرطبی (المتوفی سنه463ھ)
(تحقیق علی محمد البجاوی)مطبوعه دارالجیل بیروت لبنان(طبع

اوّل1992)

(48)**أسدالغابة فی معرفة الصحابه** الامام عزالدین ابو الحسن علی بن محمد الجزری المعروف بابن الاثیر (المتوفی سنه630ھ) تحقیق محمد ابراهیم البنأء وزملاؤه دار الشعب.

(49)**الاصابة فی تمییز الصحابة** (الامام الحافظ احمد بن علی بن حجر العسقلانی (المتوفی سنه 852ھ)تحقیق وتعلیق عادل احمد عبد الموجود وعلی معوض مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت لبنان (طبع اوّل 1995ء)

الخلفاء الراشدون

(50)**مناقب امیر المؤمنین عمر بن الخطاب** (ابو الفرج عبد الرحمن بن علی بن محمد ابن الجوزی (المتوفی سنه597ھ) (تحقیق ڈاکٹر زینب ابراهیم القاروط)مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت لبنان

(51)**الخلفاء الراشدون**:الامام شمس الدین محمدبن عثمان الذهبی (المتوفی سنه 748ھ) طبع اول 1988دارالکتب العلمیه بیروت لبنان

(52)**تاریخ الخلفاء** :جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر السیوطی (المتوفی سنه 911ھ)تحقیق محمد محی الدین عبد الحمید مطبوعه المکتبة التجاریه الکبری 'شارع محمد علی 'قاهره مصر(طبع اوّل1952ء)

(53)**الفاروق** محمدشبلی نعمانی. (متوفی 1914ء)ملک جنن الدین تاجر کتب کشمیری بازار لاہور (جون 1945ء)

(54)**عمر فاروق اعظم** :محمد حسین ہیکل (اردو ترجمہ حبیب اشعر)مکتبہ جدید لاہور1960ء

(55)**اخبار عمر** علی طنطاوی وناجی طنطاوی المکتب الاسلامی بیروت ‘دمشق طبع ہشتم 1983ء)

(56)**حضرت عمرؓ کے سرکاری خطوط** :ڈاکٹر خورشید احمد فاروق.پرنٹ لائن پبلشرز لاہورسنہ 1999

(57)**جولہ تاریخیۃ فی عصر الخلفاء الراشدین** (ڈاکٹر محمد السید الوکیل دارالمجتمع جدہ طبع اوّل1986

التاریخ العام

(58)**الطبقات الکبری** :ابو عبد اللہ محمد بن سعد بن منیع البصری المعروف بابن سعد (المتوفی سنہ 230ھ)مطبوعہ دارصادر بیروت لبنان

(59)**تاریخ خلیفہ بن خیاط** (ابو عمرو خلیفہ بن خیاط العصفری (المتوفی سنہ 240ھ)(تحقیق الدکتور اکرم ضیاء العمری)مطبوعہ دار القلم دمشق ‘مؤسسۃ الرسالۃ بیروت طبع دوم سنہ1977)

(60)**کتاب المحبر** :ابو جعفر بن حبیب البغدادی (المتوفی سنہ245ھ) مطبوعہ دارنشرالکتب الاسلامیہ.لاہور.پاکستان.

(61)**التاريخ الكبير** :الامام ابو عبد الله محمد بن اسماعيل البخاری (المتوفی سنه256ھ) مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت لبنان

(62)**عیون الاخبار** :ابومحمد عبد الله بن مسلم بن قتیبة الدینوری (المتوفی سنه 276ھ) ضبط وتعلیق ڈاکٹر یوسف علی الطویل طبع اول سنه1986مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت لبنان

(63)**فتوح البلدان** ابوالحسن أحمد بن یحی بن جابر بن داود البغدادی البلاذری (المتوفی سنه 279ھ) مراجعه وتعلیق رضوان محمد رضوان مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت لبنان (طبع سنه1978)

(64)**تاریخ الیعقوبی** :احمد بن ابی یعقوب بن جعفربن وهب بن واضح (المتوفی سنه284ھ) المعروف بالیعقوبی مطبوعه دار صادر بیروت لبنان

(65)**تاریخ الطبری** :(تاریخ الامم والملوک)ابو جعفر محمد بن جعفر بن جریر الطبری (المتوفی سنه 310ھ)(تحقیق محمد ابو الفضل ابراهیم) مطبوعه دار سویدان بیروت لبنان

(66)**الاسماء والکنی** :الامام الحافظ ابوبشر محمد بن احمدبن حمادالدولابی (المتوفی سنه 310ھ) تحقیق الشیخ زکریا عمیرات طبع اول1999مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت لبنان

(67)**حلیة الاولیاء وطبقات الاصفیاء** :حافظ ابو نعیم احمد بن عبد الله الاصفهانی (المتوفی سنه 430ھ) مطبوعه دار الکتاب العربی بیروت لبنان طبع سوم1980

(68)**كتاب ذكر اخبار اصفهان** .ابو نعيم احمد بن عبد الله الاصفهانى (المتوفى سنه430ھ) انتشارات جهان تهران ايران طبع ليدن سنه1931

(69)**تاريخ بغداد** :ابوبكر احمد بن على الخطيب البغدادى (المتوفى سنه463ھ) المكتبه السلفيه 'المدينه 'المنوره.سعودى عرب

(70)**المنتظم فى تاريخ الامم والملوك** (ابو الفرج عبدالرحمان بن على بن محمد ابن الجوزى (المتوفى سنه 597ھ) (تحقيق محمد عبد القادر عطا ومصطفى عبد القادر عطا)مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت لبنان (طبع اوّل1992)

(71)**الكامل فى التاريخ** :عزالدين ابو الحسن على بن ابى الكرم محمد بن محمد بن عبدالكريم بن عبد الواحد الشيبانى المعروف بابن الاثير (المتوفى سنه630ھ) دمطبوعه دار صادر' بيروت لبنان سنه1965ھ

(72)**نهاية الارب فى فنون الادب**)شهاب الدين احمد بن عبدالوهاب النويرى (المتوفى سنه 733ھ) تحقيق محمد ابوالفضل ابراهم سنه1975ء مطبوعه المكتبة العربية.القاهرة مصر

(73)**العِبَر فى خَبَرِ مَن غَبَر** (شمس الدين ابو عبد الله محمد بن احمد بن عثمان بن قايماز بن عبد الله التركمانى الاصل الفارقى الدمشقى (المتوفى سنه 748ھ) (تحقيق ابو هاجر محمد السعيد بن بسيونى الزغلول)مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت لبنان

(74)**تتمة المختصر فی اخبار البشر (تاریخ ابن الوردی)**:(زین الدین عمر بن المظفر بن ابی الفوارس ابن الوردی (المتوفی سنہ 749ھ) (تحقیق احمد رفعت البدراوی) مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت لبنان (طبع اوّل سنہ1970)

(75)**البدایۃ والنھایۃ**:(ابو الفداء اسماعیل بن کثیر الدمشقی (المتوفی سنہ 774ھ) (تحقیق علی شیری)مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان(طبع اوّل1988)

(76)**تاریخ ابن خلدون (دیوان المبتدأو الخبر فی تاریخ العرب والبربر ومن عاصرھم من ذوی الشان الاکبر)**: (عبد الرحمان بن خلدون (المتوفی سنہ 808ھ) (حواشی ومراجعہ :الا ستاذ خلیل شحادۃ وڈاکٹر سھیل زکار مطبوعہ دارالفکر بیروت لبنان (طبع دوم 1988)

(77)**الجوھر الثمین فی سیر الملوک والسلاطین**)صارم الدین ابراھیم بن محمدبن یدمر العلائی المعروف بابن دقماق (المتوفی سنہ 809ھ) تحقیق محمد کمال الدین عزالدین علی .طبع اولی سنہ1985مطبوعہ عالم الکتب بیروت لبنان

(78)**شَذَرَاتُ الذَھَب فی اَخبَارِ مَن ذَھَبَ** (ابو الفلاح عبد الحی بن العماد الحنبلی (المتوفی سنہ 1089ھ) مطبوعہ دارالمیسرۃ بیروت لبنان طبع دوم1979ء)

(79)**صفحات من صبر العلماء** :عبد الفتاح ابوغدۃ مطبوعہ

مکتب المطبوعات الاسلامیہ بیروت طبع خامس سنہ1997

(80)**تاریخ دول الاسلام**:رزق اللہ منقر یوس الصر.فی الدار العالمیہ (طبع اوّل1986)

الــــفــقــہ

(81)**کتــاب الاموال** :الامام ابو عبیــد الـقـاسـم بن سلام (المتوفی سـنــہ 224ھ)تـحـقـیـق مـحـمـد خـلیـل هـراس:اشـاعـت دوم 1395ھ 1975ءمکتبۃالکلیات الازھریہ قاھرہ دارالفکر قاھرہ'بیروت

(82)**المحلی بالآثار** :ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم الأنـدلسی (المتوفی سنہ 456)(تـحـقـیـق عبد الغفار سلیمان البنداری) مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان 1988)

(83)**المبسوط**:امـام شـمـس الـدین السرخسی مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت 1986ء

(84)**المغنی**(موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن محمد بن قـدامۃ الـمـقـدسی الـجـماعیلی الدمشقی الصالحی الحنبلی (المتوفی سنہ620ھ) تـحـقـیـق عبـد اللہ بـن عبـد المحسن الترکی و ڈاکٹر عبد الـفتاح محمد الحلومطبوعہ دار عالم الکتب ریاض سعودی عرب طبع دوم 1417ھ'1997ء

(85)**إعلام الموقعین عن رب العالمین** :شـمـس الدین ابـی عبـد اللہ محمد بن ابی بکر المعروف بابن القیم الجوزیہ (المتوفی 751ھ)(مـراجـعـہ وتـعلیق طہ عبدالروف سعد)مطبوعہ مکتبۃ الکلیات

الآزهرية'القاهرة (1980)

(86)**فتاوی عالمگیری**: مترجم مولانا سید امیر علی. ادارہ نشریات اسلام اردو بازار لاہور۔

(87)**موسوعہ فقہ عمر بن الخطاب** (ڈاکٹر محمد رواس قلعہ جی مکتبۃ الفلاح کویت طبع اوّل 1981ء)

(88)**فقہ عمر بن الخطاب موازنا بفقۃ اشھر المجتہدین** (ڈاکٹر رویعی بن راجح الرحیلی جامعہ ام القری'مکۃ المکرمہ طبع اوّل1403ھ

(89)**الموسوعۃالفقھیۃ**: وزراۃ الاوقاف والشئون الاسلامیہ االکویت طبع دوم سنہ1992ء'1412ھ

لغت وادب

(90)**مصباح اللغات**: ابو الفضل مولانا عبد الحفیظ بلیاوی: سعید ایچ ایم کمپنی کراچی. جولائی سنہ1973)

(91)**ترتیب القاموس المحیط** :الطاھر احمد الزاوی مطبوعہ دارعلم الکتب الریاض .طبع چھارم سنہ1996

(92)**الرائد** جبران مسعود دارالعلم للملائین بیروت لبنان طبع چھارم1981

(93)**کلیات اقبال**:علامہ ڈاکٹر محمد اقبال :شائع کردہ شیخ محمد بشیر اینڈ سنز اردو بازار لاہور۔

(94)**نہج ابلاغۃ** : مطبوعۃ دار بمعرفۃ بیروت لبنان

(95) **لسان العرب** : محمد بن منطور (المتوفی سنة 711ھ) مطبوعه دار التُراث العربی بیروت (1988ء)

(96) الشهب اللامعة فی السیاسة النافعة : ابو قاسم عبداللہ بن یوسف بن رضوان النجاری المالقی (المتوفی 784ھ) مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت . لبنان طبع اول 2004ء

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

دارالقرآن الکریم حیات آباد (زیر تعمیر)